ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
26 جولائی تا یکم اگست 2000ء

☆ پاک بھارت تعلقات اور ہماری دینی ذمہ داری (منبرومحراب)
☆ عالمی معاملات اور بش انتظامیہ کا طرزِ عمل (تجزیہ)
☆ سلسلہ تجدید خلافت کی پہلی اور آخری کڑی ! (رپورتاژ)

Special Article

Musharraf's greatness

Besides all the goodness there is a fear that Musharraf might get swept of his feet in his attempts to make himself more acceptable to the West and India. That weakness that we discussed in the beginning is his tendency to reconcile himself with the West when it comes to Islam. The most debated subject on the Indian Channels at the eve of Agra summit was "de-Islamization of Pakistan Army". Door Darshan TV's main theme was regarding expectations from Musharraf to remove Islamic minded Core Commanders.

Article on Page 18

اسلامی انقلاب کا ہدف اور قیامِ پاکستان کا مقصد؟

''...... حاصل کلام یہ ہے کہ بحیثیت دین' اسلام کی اعلیٰ ترین قدر سماجی اور تمدنی انصاف ہے اور اسلامی انقلاب کا اصل ہدف یہ ہے کہ اللہ کا عطا کردہ متوازن اور معتدل نظامِ عدلِ اجتماعی (سسٹم آف سوشل جسٹس) قائم کیا جائے۔

عربی زبان کے اس مقولے کے مطابق کہ الفضل مَا شهدت به الاعداء یعنی ''اصل فضیلت اور خوبی وہ ہے جس کا اعتراف دشمن بھی کریں'' ایک شاتم رسولؐ ایچ جی ویلز کی گواہی پیش کرنا چاہتا ہوں جس نے ایک جانب نبی اکرم ﷺ کی ذاتی اور ازدواجی زندگی پر نہایت رکیک حملے کئے ہیں' لیکن دوسری طرف اس نے بھی اپنے آپ کو اس عدلِ اجتماعی کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شاندار ہدیۂ تحسین پیش کرنے پر مجبور پایا۔ چنانچہ اپنی تالیف "A Concise History of the World" میں آنحضور ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے کچھ حصے نقل کرنے کے بعد اس نے لکھا:

''انسانی حریت' اخوت اور مساوات کے وعظ تو دنیا میں پہلے بھی بہت کہے گئے تھے' چنانچہ مسیح ناصری کے یہاں بھی وہ بکثرت موجود ہیں' لیکن اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ان اصولوں پر بالفعل ایک معاشرہ تاریخ انسانی میں پہلی بار قائم کیا محمد (ﷺ) نے''۔

ساتھ ہی شدید حسرت کے ساتھ یہ عرض کئے بغیر نہیں رہا جا رہا کہ معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے بھی حصولِ پاکستان کے اصل مقصد کی وضاحت کیلئے یہی الفاظ استعمال کئے تھے کہ: ''ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت واخوت ومساوات کا ایک عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں''۔ اور ۱۹۳۰ء کے خطبہ الٰہ آباد میں مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے بھی اپنی اس پیشین گوئی کے ساتھ کہ ''ہندوستان کے شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد مسلمان ریاست کا قیام تقدیرِ الٰہی ہے'' یہی فرمایا تھا کہ ''اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں ایک موقع مل جائے گا کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے چہرۂ روشن پر جو پردے عرب ملوکیت کے دور میں پڑ گئے تھے انہیں ہٹا کر اسلام کا اصل روئے انور دنیا کو دکھا سکیں!''

لیکن افسوس' صد افسوس کہ قیامِ پاکستان کے چوّن سال بعد بھی ہنوز روزِ اول والا معاملہ ہے اور اس سمت میں کوئی پیش قدمی نہیں ہو سکی...... کاش! اے کاش! کہ ع ''کبھی بھولی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو!'' کے مصداق ملت اسلامیہ پاکستان اب بھی اپنے اصل ہدف کی طرف بڑھنے کا عزم مصمم کر لے' آمین۔ و ما ذلک علی الله بعزیز!

(امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب ''اسلام میں عدل اجتماعی کی اہمیت'' سے اقتباس)

الھــدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ البقرہ (۲۷)

﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ○ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (آیات ۲۱، ۲۲)

''اے لوگو! بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جس نے تمہیں اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کو پیدا کیا' تا کہ تم بچ سکو۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا' آسمان کی چھت بنائی' اوپر سے پانی برسایا اور اس کے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لئے رزق بہم پہنچایا۔ پس تم دوسروں کو اللہ کا مدمقابل نہ ٹھہراؤ' جانتے بوجھتے۔''

اگرچہ قرآن مجید کی دعوت تمام انسانوں کے لئے عام ہے مگر اس دعوت سے فائدہ اٹھانا یا اس کو رد کرنا کسی فرد کی اپنی آمادگی پر اور پھر اس آمادگی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی توفیق پر منحصر ہے۔ لہٰذا سورۃ البقرہ کے پہلے دو رکوعوں میں انسانوں کے درمیان فرق بتا کر یہ واضح کر دیا گیا کہ کس قسم کے لوگ اس کتاب کی رہنمائی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور کون سی قبیل کے افراد قرآن مجید کی تعلیمات سے محروم رہیں گے۔ اب تیسرا رکوع اس حوالے سے بہت جامع ہے کہ یہاں تمام نوع انسانی کے سامنے وہ اصل اور بنیادی بات پیش کی جا رہی ہے جو قرآن حکیم کا اصل مقصود ہے۔ اس رکوع کی ابتدائی دو آیات میں دعوت توحید اور دعوت بندگی رب کا تذکرہ ہے۔

پہلی آیت کی ابتدا ''اے لوگو!'' کے الفاظ سے ہو رہی ہے جو بجائے خود توجہ کے قابل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے قبل جتنے بھی رسول آئے ان کے مخاطب صرف اپنی قوم کے افراد تھے۔ چنانچہ وہ ''یاقوم'' یعنی ''اے میری قوم کے لوگو'' کے الفاظ سے اپنا کلام شروع کیا کرتے تھے۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کی بعثت چونکہ پوری نوع انسانی کے لئے ہے اس لئے آپ نے ''یاقوم'' سے کبھی اپنے خطاب کا آغاز نہیں کیا بلکہ اس مقصد کے لئے ''اے بنی آدم'' اور ''اے لوگو'' جیسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہاں کسی بھی قسم کے امتیاز کے بغیر بنی نوع انسان سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اس ذات کی بندگی اختیار کرو جس نے سب لوگوں کو پیدا کیا ہے کیونکہ صرف یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے سے دنیا میں غلط بینی و غلط کاری سے جبکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فکر و عمل کی آزادی دی ہے لیکن یہ آزادی درحقیقت ایک امتحان ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی آزاد مرضی اور رضامندی سے اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کر لے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کی حقانیت کی بعض مثالیں دے کر اور اس حقیقت سے انسان کے باخبر ہونے کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب تم خود اس امر کے قائل ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ ہی کے کردہ ہیں تو تمہاری بندگی بھی اسی کے لئے خاص ہونی چاہئے۔ یعنی جس ہستی نے انسان کے لئے زمین کو فرش اور بچھونا بنا دیا' آسمان کو اس کے اوپر ایک چھت کی شکل دے دی اور پھر بلندی سے پانی اتارا جس کے نتیجے میں زمین سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر اسے انسان کے رزق اور اس کی روزی کا ذریعہ بنایا' اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی نشانیاں دیکھنے اور انہیں اچھی طرح جان لینے کے بعد بھی اس کی توحید کو اختیار نہ کرنا انسان کو ذہنی و فکری پستی اور ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں دھکیل دیتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والی صرف ایک ہستی ہے۔ کسی دوسرے کو اللہ تعالیٰ کا ہم مرتبہ اور ہم پلہ ٹھہرا کر بندگی و اطاعت میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لینا وہ بدترین جرم ہے جس کی کوئی بخشش نہیں۔

فرمانِ نبوی

اقتدار نااہلوں کے سپرد کرنا

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اِذَا ضُیِّعَتِ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ)) قَالَ: کَیْفَ اِضَاعَتُھَا؟ قَالَ: ((اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ)) [بخاری' کتاب العلم]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب امانت ضائع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو''۔ سائل نے پوچھا: امانت کس طرح ضائع کر دی جائے گی؟ فرمایا: ''جب معاملات حکومت نااہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو''۔

اس حدیث میں زبردست انتباہ ہے ان لوگوں کے لئے جو اقتدار کو نااہلوں کے سپرد کرتے ہیں۔ اس بات کو بہت معمولی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ یہ عام بگاڑ اور فساد فی الارض کا بہت بڑا سبب ہے۔ نااہلوں کے ہاتھ میں جب حکومت کی باگ ڈور آ جاتی ہے تو وہ فاسد افکار کو پھیلانے' برائی اور بے حیائی کی باتوں کو عام کرنے' حرام کا مال کھانے کھلانے' کرسی کے حریص بننے اور قوم کو اس کا حریص بنانے' ظلم و زیادتی کرنے اور لوگوں میں اخلاقی و عملی بگاڑ پیدا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ بلکہ ان کی قیادت میں ہر قسم کی برائیاں پروان چڑھتی ہیں اور منکرات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بعد عوام کی اصلاح ایک بہت بڑا مشکل مسئلہ بن جاتا ہے۔

نااہلوں سے مراد غیر ذمہ دار لوگ ہیں' یعنی وہ لوگ جو اقتدار کو اللہ کی سپرد کردہ امانت نہیں سمجھتے اور اس سے بے خوف ہو کر اس امانت کا غلط اور ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ حدیث میں اقتدار کو ''امانت'' سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک بھاری ذمہ داری ہے جو اس کے سپرد ہوئی ہے اور جس کے بارے میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنا ہوگی۔ یہ طرز تعبیر قرآن میں بھی موجود ہے ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانت الی اھلھا (النساء: ۵۸) ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو اہل امانت کے سپرد کرو''۔ قیامت اس وقت آئے گی جب انسانی سماج گراوٹ کے لحاظ سے اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہوگا اور انسانیت کو پستی کے اس گڑھے میں دھکیلنے کا کام وہی لوگ انجام دیں گے جو نااہل اور غیر ذمہ دار ہونے کے باوجود عوام کی تائید سے کرسی اقتدار پر براجمان ہوں گے۔

(از جواہر الحدیث' مؤلفہ: شمس پیرزادہ)

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

جلد 10 شمارہ 27

26 جولائی تا یکم اگست 2001ء

(۴ تا ۱۰ جمادی الاول ۱۴۲۲ھ)

بانی : اقتدار احمد مرحوم

مُدیر : حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

زرِ تعاون (اندرون پاکستان) :

سالانہ 225 روپے' ششماہی 120 روپے

سالانہ زرِ تعاون (بیرون پاکستان):

☆ ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر
700 روپے (12 امریکی ڈالر)

☆ سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' امارات' بھارت'
بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' جاپان' یورپ
900 روپے (15 امریکی ڈالر)

☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ
1400 روپے (25 امریکی ڈالر)

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کون سیاہی گھول رہا ہے وقت کے بہتے دریا میں!

پاک بھارت کشیدگی کے ڈانڈے اگرچہ صدیوں سے جاری ہندو مسلم منافرت سے جا ملتے ہیں' تاہم اس کشیدگی کی شدت میں مسلسل اضافے کا اصل موجب بلاشبہ مسئلہ کشمیر ہی ہے۔ آگرہ سربراہی کانفرنس سے کچھ توقع ہو چلی تھی کہ اس دِس کی گانٹھ سے شاید گلوخلاصی مل جائے اور باہمی کشیدگی کی یہ فضا شاید چھٹ جائے جس کی نحوست گزشتہ نصف صدی سے دونوں ملکوں پر محیط ہے' لیکن یہ معاملہ اتنا سہل بھی نہیں کہ چٹکی بجاتے حل ہو جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اسباب و عوامل کا بے لاگ جائزہ لیا جائے جو ہندو مسلم منافرت اور پاک بھارت کشیدگی کا باعث ہیں' اور پھر حقیقت پسندانہ انداز میں ان گرہوں کو کھولنے کی کوشش کی جائے جو بظاہر عقدۂ لاینحل کا روپ دھار چکی ہیں۔ اس ضمن میں داعیِ تحریک خلافت و امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی ایک فکر انگیز تحریر ذیل میں ہدیہ قارئین کی جا رہی ہے جو ۱۹۹۴ء میں روزنامہ جنگ میں بصورتِ کالم شائع ہوئی تھی جس کے ذریعے اصل مسئلہ کی نوعیت بہت عمدگی کے ساتھ واضح ہو جاتی ہے:

''ہندو مسلم منافرت کے ممکنہ متفق علیہ عوامل حسب ذیل ہیں: (i) ہندوؤں کی عمومی تنگ نظری اور الگ تھلگ رہنے کا انداز' خصوصاً ان کا چھوت چھات کا نظام' (ii) برہمن کا سامراجی مزاج اور ویش اور کھتریوں کی چاپلوسانہ عیاری اور سود خوری کی وہ عادت جس کی بنا پر بنجمن' فرینکلین نے یہودیوں کو خون چوسنے والی چمگادڑوں (VAMPIRES) سے تعبیر کیا تھا' (iii) مسلمانوں کی ''ہزار سالہ'' غلامی کا طبعی ردعمل' اور ''آخری لیکن کمترین نہیں'' کے مصداق (iv) انگریزوں کی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی حکمت عملی جو کنزرویٹو پارٹی کی تو یقیناً عادتِ ثانیہ تھی' البتہ لیبر پارٹی میں اتنی راسخ نہ تھی! — بہر حال ان میں سے کون سا عامل اہم ترین اور مؤثر ترین تھا اور ان میں سے ہر ایک کا جدا جدا حصہ کتنا تھا' اگرچہ اس سوال کے واضح اور حتمی جواب کو فی الحال مستقبل کے محققین اور مؤرخین کے حوالے کیا جا سکتا ہے' تاہم اس میں ہرگز کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ کم از کم برٹش راج کے آخری دور میں تو یقیناً آخری عامل ہی سب سے زیادہ مؤثر اور فیصلہ کن تھا۔

البتہ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ آزادی کے بعد بھی پاکستان اور بھارت کے مابین مسلسل دشمنی کی فضا اور ایک ایسی سرد جنگ کی کیفیت کیوں جاری رہی جس نے متعدد بار تو بالفعل آگ اور خون کی گرم بازاری کی صورت اختیار کی' اور ان کے علاوہ بہت سے مواقع ایسے بھی آئے کہ دونوں ملک باضابطہ جنگ کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے' تو اس سوال کا جواب اگرچہ بالکل نوشتۂ دیوار کے مانند واضح ہے' تاہم سرحد کے دونوں جانب طالع آزما سیاست دانوں نے عوام کی جس نفسیاتی کیفیت کو پختہ کر دیا ہے اس کے باعث سب نے اس کی جانب سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اب جبکہ دونوں قوموں کی وہ نسل جو حصول آزادی کے بعد پیدا ہوئی انسان کے ذہنی و نفسیاتی بلوغ کے سخت ترین قرآنی معیار یعنی چالیس سال کی عمر سے بھی آگے نکل چکی ہے (سورۃ احقاف: آیت ۱۵) دونوں جانب کے اصحابِ علم و فہم اور اربابِ دانش و بینش اس امر پر سنجیدگی سے غور کریں کہ پاک بھارت تعلقات کے ''بہتے دریا'' میں دونوں ملکوں کے عوام کے نصیب کی ''سیاہی'' ہی نہیں ان کے خون کی سرخی بھی کون گھول رہا ہے؟ اور آیا اس کے ازالے کی کوئی صورت ممکن ہے یا نہیں؟۔

اس گھمبیر سوال کا صاف و صریح اور حتمی و قطعی جواب صرف یہ ہے کہ نہ ہمارے قائد بے بصیرت تھے' نہ موجودہ صورت حال تقسیم کے فارمولے کا منطقی نتیجہ ہے' بلکہ اس پوری صورت حال کا واحد سبب مسئلہ کشمیر ہے جو انگریزوں کی عیاری' بدنیتی' خیانت اور بے ایمانی کا عظیم ترین شاہکار ہے۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ انگریزوں کو مسلمانانِ کشمیر کی ''قوم نجیب و چرب دست و تر دماغ'' کے ساتھ کیا ازلی بغض اور خدائی بیر تھا کہ لگ بھگ سو سال پہلے تو انہوں نے اس پوری قوم کو ع ''قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند'' کے مطابق چند لاکھ ٹکوں کے عوض ہندو ڈوگروں کے ہاتھوں بیچ دیا اور پھر عین تقسیم کے وقت اولاً ایک انگریز یعنی ریڈکلف نے اپنے بدنام زمانہ ''اوارڈ'' کے ذریعے ریاست جموں و کشمیر کے بھارت کے ساتھ الحاق کی راہ ہموار کر دی جو نہ صرف یہ کہ تاریخی و جغرافیائی اور مذہبی اور ثقافتی جملہ اعتبارات سے پاکستان کا جزوِ لاینفک اور خاص طور پر آبی وسائل کے نقطۂ نظر سے پاکستان کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے' اور جو اس بنیادی اصول کے مطابق جو تقسیم ہند کے لئے طے ہوا تھا' یعنی یہ کہ مسلم اکثریت والے تمام ''ملحقہ علاقے'' پاکستان

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

آگرہ مذاکرات ناکام نہیں ہوئے نامکمل رہے ہیں' البتہ بھارت کو کئی اعتبارات سے ناکامی ہوئی ہے

جنرل مشرف کے واضح اور دوٹوک مؤقف کی بدولت پاکستان کو ان مذاکرات میں برتری حاصل ہوئی ہے

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں ممالک کے درمیان صلح و آشتی کی فضا تیار ہو رہی ہے' علامہ اقبال اور قائداعظم کی خواہش بھی یہی تھی کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان دوستانہ تعلقات ہوں

امن و آشتی کی فضا میں ہمیں اپنا داعیانہ کردار ادا کرنے کا موقع ملے گا اور ہم بھارت کے عوام کے سامنے قرآن کا آفاقی پیغام رکھ سکیں گے

مسجد دار السلام باغ جناح میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۰ جولائی کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آگرہ مذاکرات کے حوالے سے یہ کہنا زیادہ مناسب حال ہے کہ یہ مذاکرات ناکام نہیں ہوئے' نامکمل رہے ہیں کیونکہ ان مذاکرات کے دوران گفتگو بڑے اچھے ماحول میں ہوئی اور دونوں فریقین کو ایک دوسرے کا موقف بہتر انداز میں سمجھنے کا موقع ملا۔ جنرل پرویز مشرف کے واضح اور دوٹوک موقف کے باعث پاکستان نے کئی پوائنٹس سکور کیئے اور اس کے نتیجے میں پرویز مشرف کا قد کاٹھ بڑھ گیا ہے۔ پرویز مشرف نے اپنا مؤقف کھل کر بیان کیا ہے۔ کوئی سیاسی ڈپلومیسی اختیار نہیں کی اور بھارت جا کر برملا مسئلہ کشمیر کو بنیادی مسئلہ قرار دیا ہے۔ ان کی صاف گوئی کی بدولت نہ صرف یہ کہ بھارت کے بہت سے دانشور اور صحافی حضرات بھی پاکستان کے مؤقف کے قائل ہوئے ہیں' بلکہ ملک میں ان کی مقبولیت کے گراف میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

بھارت کو کئی لحاظ سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ سفارتی سطح پر بھارت کی ناکامی یہ ہے کہ اس نے اگر کشمیر پر بات نہیں کرنا تھی تو پھر جنرل مشرف کو دعوت کیوں دی۔ حالانکہ پرویز مشرف نے یہ بات چھپا کر نہیں رکھی تھی کہ وہ کشمیر کو بنیادی مسئلہ سمجھتے ہیں اور مذاکرات میں اولین ترجیح اسی کو حاصل ہوگی۔ ان مذاکرات کے نامکمل رہنے سے ہندو کی تنگ نظری واضح ہوئی ہے کہ بھارتی حکومت نے جس طرح پاکستانی صدر کا شاندار استقبال کیا اس کے برعکس جب پاکستانی مؤقف کو پذیرائی ملتی نظر آئی تو واپسی پر معمول کا سرکاری پروٹوکول بھی نہیں دیا گیا۔

واجپائی جو ہندوستان کے معمر ترین سیاستدان ہیں اور اگرچہ ان کا تعلق انتہا پسند متعصب ہندوؤں کی جماعت سے ہے لیکن ان میں وہ زیادہ معقول سمجھے جاتے ہیں۔ مذاکرات کے نامکمل رہنے سے ان کے اس Image کو دھچکا لگا ہے۔

حکمران پارٹی بی جے پی کے اختلافات بھی سامنے آئے ہیں کہ اس جماعت کے انتہا پسند لوگ پاکستان سے مفاہمت پر تیار نہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہو گئی ہے کہ اپنی سیاسی جماعت پر واجپائی کی پوری طرح گرفت نہیں۔

آگرہ مذاکرات اگرچہ بظاہر نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوئے تاہم مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہمیں کوشش جاری رکھنی چاہئے کہ مسئلہ کشمیر کو تقسیم ہند کی روح کے مطابق حل کیا جائے تا کہ کشیدگی کی موجودہ فضا چھٹ سکے اور دونوں ممالک کے تعلقات نارمل ہوسکیں۔ اس ضمن میں معاملات کو معمار پاکستان قائداعظم اور مصور پاکستان علامہ اقبال کی خواہشات کے مطابق آگے بڑھانا چاہئے کیونکہ یہ دونوں اکابر پاکستان اور بھارت کے تعلقات کے بارے میں اچھی توقعات رکھتے تھے۔

علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں کہا تھا کہ "(مسلمانوں کی الگ ریاست کے قیام کی صورت میں) شمال مغربی ہند کے مسلمانوں کو سیاست میں ترقی کے بھرپور مواقع میسر آجائیں تو وہ خود کو ہند کے بیرونی حملہ آور کے خلاف بہترین محافظ ثابت کر سکیں گے خواہ یہ حملہ نظریات کا ہو یا سنگینوں کا"۔

دراصل علامہ اقبال کی دوررس نگاہ دیکھ رہی تھی کہ اس وقت کمیونسٹ نظریات ابھر رہے ہیں۔ ان کمیونسٹ نظریات کے سامنے مسلمانوں کی یہ نئی ریاست ہی بند باندھ سکتی ہے۔ مستقبل میں علامہ کی یہ بات من و عن درست ثابت ہوئی کیونکہ اگر پاکستان نہ ہوتا تو روس کے نظریات آج بھارت کو بہا کر لے جاتے۔

اسی طرح ایک موقع پر قائداعظم سے پوچھا گیا کہ پاکستان اور بھارت کے تعلقات کیسے ہوں گے تو قائداعظم نے جواب دیا کہ بالکل ایسے ہی جیسے امریکہ اور کینیڈا کے تعلقات ہیں۔ آج ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مؤسس پاکستان قائداعظم اور مصور و مبشر پاکستان علامہ اقبال کے ان نظریات کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے اور رفتہ رفتہ فضا اس کے لئے تیار ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندو مسلم دشمنی کی درج ذیل چار تہیں تھیں جن میں اب دراڑیں پڑ چکی ہیں:

۱) ہندو کی روایتی تنگ نظری
۲) مسلمانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کے خلاف ہندو قوم کا ردعمل
۳) انگریزوں کی Divide and Rule پالیسی
۴) سازش کے طور پر انگریز کی طرف سے مسئلہ کشمیر کا پیدا کیا جانا تا کہ پاکستان اور ہندوستان ایک دوسرے سے لڑتے رہیں اور انگریزوں کے خلاف اپنی نفرت کا اظہار نہ کر سکیں۔

اب انگریز کو یہاں سے رخصت ہوئے ۵۴ برس ہو گئے اور جو نسل انگریز کے Divide and Rule کے اصول کے تحت پیدا ہونے والی نفرتوں کے ساتھ جوان ہوئی تھی وہ رخصت ہوئی۔ لہٰذا وہ اثرات بھی اب ختم ہو رہے ہیں۔

اسی طرح ماضی میں ہندو سماج میں برہمن کا مقام سارے فساد کی جڑ تھا۔ برہمن نے جو معاشرتی تقسیم کی تھی وہ صورت حال اب نہیں رہی۔ بھارت میں آج سیکولرازم کا دور دورہ ہے۔ لہٰذا برہمن کی حیثیت ختم ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں کانگریس حکومتوں نے شعوری کوشش کی کہ شودروں کو تدریجاً بہتر معاشرتی مقام دیا جائے۔ اس عمل کے دوران "یادیو" جیسے کمتر ذات کے لوگ وہاں سیاسی طور پر اونچا مقام حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ گویا ہندو معاشرہ میں اب اونچ نیچ کے تصور اور روایتی انتہا پسندی میں کمی واقع ہوئی ہے۔

بی جے پی ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے۔ آگرہ مذاکرات میں تعطل سے اسے بھی سخت دھچکا لگا ہے۔ بی جے پی جسے ہندومت کے احیاء کی علامت سمجھا جاتا تھا اپنے عروج کو پہنچ کر اب زوال پذیر ہے۔ اس کے علاوہ بھارت میں ہندو مذہب کا کوئی احیاء نہیں ہوا اور ہندوستان میں

نیشنلزم کے بجائے علاقائی سوچ پروان چڑھی ہے۔ان معاملات کے باعث فضا بہتر ہوتی نظر آ رہی ہے اور امید ہو چلی ہے کہ شاید قائداعظم اور علامہ اقبال کی مذکورہ بالا خواہش پوری ہو جائے۔

اگر ایسا ہو گیا تو صلح و آشتی کی فضا میں ہمارا داعیانہ کردار ابھر کر سامنے آ سکے گا۔ہم نظام اسلامی کے علم بردار ہیں' ہم حامل قرآن ہیں' بحیثیت امت ہماری داعیانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ یہاں امن و آشتی کی فضا ہو۔ ہندوستان میں جب اسلام آیا تو خلافت ملوکیت کا لبادہ اوڑھ چکی تھی' گویا ہندوستان میں اسلام دین کی حیثیت سے نہیں بلکہ مذہب کی صورت میں آیا۔ چنانچہ خلافت راشدہ کی برکات ہندوستان کے لوگوں کے سامنے نہ آ سکیں۔ یہاں لوگ صوفیائے کرام کی تبلیغ اور اخلاق کے نتیجے میں مسلمان ہوئے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خالص اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظام سے متعارف نہ ہو سکے۔

اسلام نے زیادہ سے زیادہ ایک مذہب یا عقیدہ کی صورت میں یہاں اپنے قدم جمائے جبکہ ہندوؤں نے یہاں اسلام کے فروغ کا مقابلہ دو طریقوں سے کیا۔ ایک تو ہندوؤں نے بھگتی تحریک کا آغاز کیا یعنی اسلام کی بعض اچھی چیزیں لے لیں اور اپنا تشخص بھی برقرار رکھا' یوں اسلام کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روک دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ اسلام چونکہ تصوف کے راستے سے آیا تھا لہٰذا ہندوؤں نے بڑی عیاری کے ساتھ ہمہ اوستی تصورات اسلام میں داخل کر دیئے اور قوانین شریعت کی اہمیت کو گھٹا دیا۔ اس کا نتیجہ دین الٰہی کی صورت میں نکلا اور اسلام کمزور ہوا۔ اگرچہ شیخ احمد سرہندیؒ نے دین الٰہی کے تابوت میں کیلیں ٹھونک کر مجددانہ کارنامہ سرانجام دیا لیکن اس کے اثرات بہت دور تک پہنچے۔

اس کے علاوہ ہندوستان کے حاکم مسلمانوں سے ایک کوتاہی یہ ہوئی کہ انہوں نے ہندوؤں کے ذہن کو سمجھنے کی کوشش نہ کی۔ جب تک ہندو کے فلسفہ و فکر کو سمجھا نہ جائے' ہندو کو اسلام کی تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس اعتبار سے بروز قیامت ہندو ہم پر دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ہم نے ان تک دین پہنچانے کی کوشش نہیں کی بلکہ تاج محل تعمیر کئے' محلات اور باغات بنائے اور عیاشی میں مصروف رہے۔

بہرحال اب ہندوستان میں اس طرف کچھ توجہ ہوئی ہے۔ جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک اور کئی دوسرے مسلم ادارے اس حوالے سے کام کر رہے ہیں اور میرے دروس قرآن کے آڈیو ویڈیو کیسٹس کے ذریعے بھی ہندوستان میں قرآن کا پیغام عام کرنے کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔

باشعور ہندو بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندو کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک کلچر ہے۔ اس میں بے شمار مذہبی نظریات اور تصورات بیک وقت موجود ہیں۔ ہندو مذہب میں بدترین شرک بھی ہے اور توحید بھی ہے۔ ان حالات میں ہندو تک دین کی دعوت پہنچانے کے لئے ہمارے پاس ایک بہت بڑی سہولت اردو زبان کی شکل میں موجود ہے کیونکہ بھارت کے قریباً تمام شہروں میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اگر ہم بھارتی مسلمانوں کو قرآن کی تعلیمات سے روشناس کرا کے ہندو کو مثبت انداز میں اسلام کی دعوت دے سکیں تو بہت بڑی دینی ذمہ داری کو ادا کر سکتے ہیں۔

علامہ اقبال کے نزدیک قیام پاکستان کا سب سے اونچا ایجنڈا یہی تھا جس کا ذکر انہوں نے اپنے خطبہ الٰہ آباد میں کیا تھا "اگر ایسا ہو گیا (یعنی اگر مسلمانوں کی علیحدہ ایک جدید اسلامی ریاست قائم ہو گئی) تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ اسلام کے چہرے پر دور ملوکیت میں جو بدنما داغ پڑ گئے ہیں انہیں صاف کر کے دنیا کو اسلام کا اصل چہرہ دکھا سکیں"۔

قیام پاکستان کا اصل ہدف یہی تھا۔ قائداعظم کے بے شمار اقوال سے بھی اس کی گواہی ملتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے قائداعظم کے جو آخری الفاظ نقل کئے ہیں وہ تو سونے سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان کے مطابق قائداعظم کے آخری الفاظ یہ تھے: "میرے لئے یہ امر نہایت اطمینان کا باعث ہے کہ پاکستان بن گیا ہے۔ یہ ایک بہت مشکل کام تھا۔ اگر رسول اکرم ﷺ کا فیض میرے شامل حال نہ ہوتا تو پاکستان کبھی نہ بن سکتا۔ اب یہ یہاں کے مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ یہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم کریں"۔ قرآن کے الفاظ میں ہمارا کردار بھی یہی ہے کہ:

"بلاؤ اپنے رب کے راستے کیطرف' حکمت کے ساتھ اور بھلی نصیحت کے ذریعے اور ان سے بحث مباحثہ کرو بہتر انداز میں' بے شک تیرا رب بہتر جانتا ہے اس کو کہ جو گمراہ ہوا اس کی راہ سے' اور وہی بہتر جانتا ہے کہ کون لوگ ہدایت پر ہیں"۔ (النحل: ۱۲۵)

لہٰذا ہمیں بھارت سے اپنے قومی جھگڑے ختم کر کے اپنے اس داعیانہ کردار کو ادا کرنے کے لئے صلح و آشتی کی فضا کو ہموار کرنا چاہئے۔ اپنی اس دینی ذمہ داری کو ہم صرف اسی صورت میں ادا کر سکتے ہیں جبکہ ہم پہلے یہاں اپنے ملک میں نظام خلافت قائم کر کے دنیا کو اسلام کے عادلانہ نظام اجتماعی کا نمونہ دکھا دیں OO

گوشہ خواتین

عاجزی اور بندۂ مومن

تحریر : خالدہ رشید

ہم مسلمانوں پر طرح طرح کی یہ ذلتیں اللہ کے دین سے دوری کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔ دراصل انسان کو اپنے وجود کا شعور ہی نہیں ہے اگر اسے اپنے وجود کا حقیقی شعور حاصل ہو جائے تو وہ اللہ کا عاجز' عبادت گزار اور فرماں بردار بندہ بن جائے۔ یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر وہ اشرف المخلوقات بنتا ہے۔ عاجزی وہ ہیرا ہے کہ جس کے بغیر انسانی عبادت کا کوئی مول نہیں ہے۔ خواہ اس نے ساری زندگی ہی عبادت میں گزار دی ہو۔ آج نبی ﷺ کی امت کا سب سے بڑا روگ زر اور حسد ہے۔ آج مسلمان ایک امت کیوں نہیں ہیں؟ اگر کوئی شخص ایک سیڑھی پر چڑھ رہا ہے تو دوسرا بندہ اس کی ہمت بڑھانے کے بجائے اس کی ٹانگ پکڑ کر نیچے کو کھینچتا ہے۔ کیونکہ خود اس میں سیڑھی کے آخری سرے تک جانے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اور دوسرے کی صلاحیت سے وہ حسد کرتا ہے اور اسے مختلف حیلے بہانوں سے روکتا ہے کہ وہ وہاں تک نہ پہنچ پائے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے "حسد نیکیوں کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے" اس حسد کی وجہ سے انسان جھوٹ بولتا ہے' منافقت کرتا ہے غیبت کرتا ہے۔ بہتان باندھتا ہے۔ منافقت مسلمان کو جہنم کے آخری گڑھے میں پہنچا دیتی ہے۔ یہ سب کرتے ہوئے انسان یہ بھول جاتا ہے کہ اس بندے کو بچانے والی ایک ایسی ہستی ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور وہ بندہ اس ہستی کے فضل و کرم اور رحمت سے اپنے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ حیلے بہانے کرنے والا ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کے لئے اس نے کوشش کی ہے۔

جو بندہ بھی عاجزی اختیار کرتا ہے اس کا اپنا کوئی مقام' کوئی مرتبہ نہیں ہوتا سارا مقام و مرتبہ اور درجہ اس ہستی کا ہے جس کی وہ عاجزی اختیار کرتا ہے اور یہ عاجزی ہی رنگ' نسل' زبان' وطن' قوم' ذات' صوبوں اور صوبوں کی تقسیم کو مٹاتی ہے۔

عالمی معاملات اور بش انتظامیہ کا طرزِ عمل

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

امریکی مسلمانوں نے صدر بش سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ صدر نے ہمیں سخت مایوس کیا ہے۔ ہم نے بڑی توقعات کے ساتھ انہیں ووٹ دیا تھا لیکن ہماری توقعات کے برعکس بش حکومت نے یہود نوازی اور مسلم دشمنی میں سابق امریکی حکومتوں کو بھی مات دے دی ہے۔

گزشتہ برس امریکہ میں انتخابی مہم کے دوران مسلمان جوش و خروش سے صدر بش کی حمایت کر رہے تھے' وجہ صرف ایک تھی کہ ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے نائب صدارت کے لئے ایک یہودی کو نامزد کر دیا گیا تھا۔ امریکی آئین کے مطابق نائب صدر اپنی حیثیت میں اگرچہ کوئی ایسا بااختیار شخص نہیں ہوتا لیکن صدر کی موت یا حادثہ کی صورت میں یا مواخذے کی صورت میں نائب صدر ملک کی صدارت سنبھال لیتا ہے۔ اس خوف کے تحت کہ کہیں ایک یہودی امریکہ کا صدر نہ بن جائے' مسلمانوں نے عمومی طور پر بالاتفاق ری پبلکن امیدوار جونیئر ڈبلیو بش کو ووٹ دیا اور بش

> بش حکومت نے یہود نوازی اور مسلم دشمنی میں سابقہ حکومتوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے

جیتے معمولی فرق سے انتخاب جیتے' یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان ووٹ نے بش کو صدر بنا دیا۔

راقم نے اس وقت بھی پورے وثوق کے ساتھ کہا تھا کہ مسلمان بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ یہودی اگرچہ یہودی ہے اور اس سے کوئی اچھی توقع نہیں رکھی جا سکتی لیکن بش یہود نوازی اور مسلم دشمنی میں کسی طرح کسی سے کم ثابت نہیں ہو گا۔ میری یہ رائے یونہی نہیں تھی بلکہ بعض مضبوط دلائل پر مبنی تھی۔ پہلی بات یہ کہ منتخب ہونے کے بعد بش کو اچھی طرح معلوم ہو گا کہ یہودیوں کو ناراض کرنے کا مطلب کیا ہے۔ مسلمانوں کے پاس چند لاکھ ووٹوں کے سوا کچھ نہیں جبکہ یہودیوں کے پاس ووٹ چاہے کچھ کم ہوں لیکن ان کے پاس بے تحاشا وسائل ہیں' عالمی خصوصاً امریکی میڈیا پر ان کا قبضہ ہے' امریکی معیشت ان کے اشارہ ابرو پر ابھرتی اور ڈوبتی ہے۔ امریکی انتظامیہ بری طرح یہودیوں کے شکنجہ میں پھنسی ہوئی ہے۔ پھر یہ کہ بش کی جیت عدالتی فیصلے کی محتاج تھی۔ لہٰذا بش کی ترجیح اول یہ ہو گی کہ یہودیوں کو ہر قیمت پر راضی کرے۔ بش جانتے ہیں کہ نکسن نے مصر کو پراسیسنگ پلانٹ دینے کی صرف بات کی تھی وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مصر این پی ٹی پر دستخط کر دے گا لیکن یہودیوں نے انہیں معاف نہیں کیا اور ذلیل و خوار کر کے وہائٹ ہاؤس سے نکال باہر کیا۔ کلنٹن نے امن کا عالمی چیمپئن بننے کے لئے اور اس

ابوالحسن

حیثیت سے تاریخ میں اپنا نام لکھوانے کے لئے جب اسرائیل پر ضرورت سے زیادہ زور دیا کہ وہ فلسطینیوں سے سمجھوتہ کرے تو انہیں جنسی سکینڈل میں پھنسا دیا گیا اور ان کی صدارت بڑی مشکل سے بچی۔ کلنٹن نے اپنی صدارت بچانے کے لئے یقیناً یہودیوں کو بہت سی مراعات دی ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ صدر کلنٹن یاسر عرفات کو کہتے رہے کہ ان کے بعد امریکہ کا نیا صدر آپ کو گھاس نہیں ڈالے گا۔ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ میرے دورِ صدارت میں اسرائیل سے کوئی سمجھوتہ کر لو۔ موجودہ صدر بش یہودیوں پر اب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ انہیں جو مسلم ووٹ ملا تھا اس میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا اور وہ یہودیوں کے مفادات کا پورا پورا تحفظ کریں گے۔ صدر بش کی حکومت یہود نواز اور مسلم دشمن ثابت ہو گی' اس کے لئے راقم کے پاس دوسری انتہائی اہم دلیل یہ تھی کہ جونیئر بش سینئر بش کے بیٹے ہی نہیں سیاسی پیروکار بھی ہیں۔ وہ داخلی اور خارجی ہر دو سطحوں پر اپنے باپ کی پالیسیوں کے زبردست حامی تھے اور سینئر بش ۱۹۹۰ء میں خلیج کی جنگ کی منصوبہ بندی کرنے والے تھے اور عراق کو ہوا بنا کر امریکی فوجیں علاقے میں اتارنے والے تھے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا منصوبہ چاہے زیادہ پرانا ہو لیکن یہ نعرہ زبان پر لانے والے بھی سینئر بش تھے بلکہ ظاہری طور پر تو وہی اس کے خالق اور موجد تھے۔ اس نعرہ کو جلد از جلد عملی اور حقیقی شکل دینا جتنا بش فیملی کو عزیز ہو گا' کسی اور کو نہیں ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل میں پارلیمنٹ کو قبل از وقت توڑ کر نئے انتخابات کے ذریعے ایک انتہا پسند یہودی ایرئن شیرون کو وزیراعظم بنا دیا گیا۔ وہ صدر بش سے ملاقات کرنے والے دنیا کے پہلے وزیراعظم تھے اور سابق امریکی صدر کلنٹن کی بات درست ثابت ہوئی کہ یاسر عرفات ابھی تک صدر بش سے ملاقات کا شرف حاصل نہیں کر سکے۔

جنوبی ایشیا میں بھارت کو علاقہ کا چوہدری بنانا اور چین کو ایک حد سے آگے نہ بڑھنے دینا اور اس مقصد کے لئے اس کا گھیراؤ کرنا بھی چونکہ نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے لہٰذا جو کام کلنٹن بڑی آہستگی اور خاموشی سے کر رہے تھے اسے زور و شور اور مخالفت کی پرواہ کئے بغیر تیزی سے کیا جانے لگا ہے۔ بھارت امریکہ دوستی کا آغاز تو کلنٹن دور میں ہو گیا تھا اور پاکستان اور بھارت کو مذاکرات کے ذریعے ایک دوسرے کے قریب لانے اور اختلافات ختم کرانے کی کوششیں بھی کلنٹن دور سے شروع ہو گئی تھیں لیکن بش حکومت نے یہ دونوں کام بھی بہت تیزی سے کرنے کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ اعلیٰ سرکاری سطح پر بھارت امریکہ رابطے بڑی تیزی سے جاری ہیں۔ آگرہ سمٹ کانفرنس کا بڑی بے تابی سے انتظار کیا گیا اور جونہی یہ کانفرنس ختم ہوئی' فوجی سطح پر اعلیٰ ترین امریکی قیادت

> نیو ورلڈ آرڈر کو جلد از جلد عملی اور حقیقی شکل دینا بش انتظامیہ کی اولین ترجیح ہے

بھارت جا پہنچی۔ امریکہ کے جائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے چیئرمین نے بھارت کا سہ روزہ دورہ کیا ہے اور جونہی وہ بھارت سے واپس امریکہ روانہ ہوئے' امریکہ کی نائب وزیر خارجہ برائے جنوبی ایشیا محترمہ راکو بھارت پہنچ گئی ہیں اور آگرہ کانفرنس کے نتائج اور علاقے کے معاملات پر امریکہ بھارت مشورے ہر سطح پر جاری ہیں۔ خوش قسمتی سے اس وقت پاکستان میں ایک ایسی حکومت قائم ہے جو کم از کم خارجی معاملات میں ماضی کی حکومتوں کے برعکس امریکہ پر انحصار کرنے کی بجائے علاقائی قوتوں خصوصاً چین سے تعلقات استوار اور مستحکم کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔ مشرف حکومت نے عملاً یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ تنازعہ کشمیر کو حل کرنے میں بھی مخلص ہے چاہے پاکستان کو اپنے موقف میں کسی قدر لچک بھی پیدا کرنا پڑے۔ بش حکومت کشمیر کے معاملے میں اپنی ترجیحات رکھتی ہے۔ اس کی پہلی ترجیح بلکہ

زبردست خواہش یہ ہے کہ پورا کشمیر خودمختار ہو جائے تاکہ امریکہ آسانی سے اپنے پنجے کشمیر میں گاڑھ سکے۔ بھارت علاقے کا چوہدری ہو اور امریکہ خود جنوبی ایشیا کے وسط میں ٹھکانہ بنا کر چین' پاکستان' وسطی ایشیا' روس اور خود بھارت پر بھی نگاہ رکھ سکے۔ دوسری امریکی ترجیح یہ ہے کہ خودمختار کشمیر اگر وجود میں نہ آ سکے تو پاکستان اور بھارت کسی نہ کسی طرح کشمیر کے معاملے کو طے کریں اور باہم شیر و شکر ہو کر علاقے میں امریکی مفادات کو آگے بڑھائیں بلکہ مل کر اس کا تحفظ کریں۔ تیسری اور آخری امریکی ترجیح یہ ہے کہ بہرحال کشمیر کے معاملے میں بھارت کو ناراض نہ کیا جائے اور اگر وہ کشمیر کو اپنا اٹوٹ انگ قرار دینے کی پالیسی پر سختی سے کاربند رہے تو پاکستان کو مجبور کیا جائے کہ وہ کشمیر کے مسئلہ کو دفن کر کے یا کم از کم سرد خانے میں ڈال کر باقی تمام معاملات بھارت سے طے کر لے اور پھر بھارت کی قیادت میں امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے علاقے میں جنگ لڑے۔ کیونکہ پاکستان

> **کشمیر کے موقف پر پرویز مشرف بڑی دلیری اور حکمت کے ساتھ ڈٹے ہوئے ہیں**

سے دشمنی برقرار رکھتے ہوئے بھارت چین کے محاصرے کے سلسلے میں امریکہ کا بڑا مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ کہ پاکستان علاقے میں اس کی بالادستی کو ہر وقت چیلنج کرتا رہے گا اور چین اس کی پشت پر ہو گا جس سے امریکہ علاقے میں مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں کر سکے گا۔ قارئین اب زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں گے کہ صدر مشرف کیوں پورے زور و شور سے کشمیر کو Core Issue قرار دے رہے ہیں اور وہ کیوں چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ بھارت سے کشمیر کا تنازعہ طے کئے بغیر کسی سطح پر بھی تعلقات قائم نہیں ہو سکتے۔ درحقیقت صدر مشرف یہ سمجھ چکے ہیں کہ یہ امریکہ اور بھارت دونوں کا مشترکہ ویک پوائنٹ ہے۔ اس طرح کا ویک پوائنٹ شاید ہمارے ماضی کے حکمرانوں کی سمجھ میں بھی آ گیا ہو لیکن صدر مشرف یقیناً پاکستان کے پہلے حکمران ہیں جو بڑی جرأت مندی' دلیری اور حکمت کے ساتھ دشمن کے اس ویک پوائنٹ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ اس سلسلے میں اگرچہ بہت سی دھمکیوں کا سامنا کر رہے ہیں لیکن اپنے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ پاک بھارت تعلقات تنازعہ کشمیر حل کئے بغیر کبھی بہتر نہیں ہو سکتے بلکہ آگرہ سے واپسی پر اپنی پریس کانفرنس میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں واضح کیا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان اس کے بغیر امن ہی قائم نہیں ہو سکتا۔ امریکہ اب دھمکیوں کی بجائے لالچ کا حربہ استعمال کر رہا ہے۔ اقتصادی طور پر دیوالیہ پاکستان کے قرضے تمام یورپی ممالک ری شیڈول کر رہے ہیں' نئے قرضے مل رہے ہیں اور عالمی بنک نے تو 35 کروڑ ڈالر کا ایک قرضہ بلا سود دیا ہے جس کے صرف سروس چارجز 0.75 فی صد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حکومت کو یہ توفیق دے کہ جس طرح اس نے دھمکیوں سے بے پرواہ ہو کر صحیح راستہ اختیار کیا ہے اسی طرح کوئی لالچ اور معاشی مدد کی ترغیب اسے اپنے برحق موقف سے ہٹا نہ سکے۔ لیکن ہم قارئین کو یہ بتاتے چلیں کہ پاکستان جیسے غریب اور سیاسی عدم استحکام کے شکار ملک کے لئے یہ انتہائی مشکل ہو گا کہ وہ امریکی ہدف کے راستے میں حائل رہے' خصوصاً بش انتظامیہ نے عالمی معاملات میں اپنے مفادات اور مقاصد کے حصول کے لئے جو انداز اختیار کیا ہے وہ بہت خطرناک ہے۔

بش عالمی معاملات میں آمرانہ انداز اختیار کر رہے ہیں۔ وہ کسی دوسرے ملک کے لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ وہ امریکہ کی دی ہوئی لائن کو اختیار نہ کرے۔ حال ہی میں امریکی طرزِ عمل کی دو ایسی مثالیں سامنے آئی ہیں جس سے ان کی سوچ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جی ایٹ کانفرنس میں کیوٹو معاہدے پر دستخط کرنے سے امریکہ نے انکار کر دیا' حالانکہ یہ محض ماحولیات کا معاملہ تھا اور امریکہ کے لئے کوئی ایسا سنگین مسئلہ نہیں تھا۔ باقی ساتوں ممالک کینیڈا' برطانیہ' روس' اٹلی' فرانس' جرمنی اور جاپان نے بڑی جدوجہد اور بعض ترامیم کے بعد امریکہ کو دستخط کرنے پر راضی کیا۔ بش انتظامیہ نے ۱۹۷۲ء میں سویت یونین سے ہونے والا ABM (اینٹی بلاسٹک میزائل) معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم کر دیا ہے اور اپنے NDM (نیشنل ڈیفنس میزائل) پروگرام میں کسی قسم کی تبدیلی سے انکار کر دیا ہے۔ صدر بش نے جنیوا میں روس کے صدر سے طویل ملاقات کی اور انہیں میزائل پروگرام کے حوالے سے قائل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ پہلے یہ خبر جاری کی گئی کہ روس اس معاملے میں تعاون پر راضی ہو گیا ہے اور نیشنل ڈیفنس میزائل کے مسئلہ کو ایٹمی اسلحہ کم کرنے کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔ لیکن جب روس نے اس خبر کی تردید کی تو صدر بش نے جنیوا ہی میں اعلان کر دیا کہ امریکہ نیشنل ڈیفنس میزائل پروگرام کے بارے میں روسی مخالفت کی پرواہ نہیں کرے گا۔ عالمی معاملات کو یوں ڈکٹیٹ کرنے کے نئے امریکی طرزِ عمل کو سامنے رکھا جائے تو پاکستان کا بھارت سے تعلقات کے لئے تنازعہ کشمیر کے حل کو شرطِ اوّل قرار دینا' امریکہ کے نیشنل ڈیفنس میزائل پروگرام کی کھلم کھلا مخالفت کرنا' چین کو گوادر میں آنے کی اجازت دینا' بلوچستان میں سینڈک پراجیکٹ کا کینیڈا کی بجائے چین کو ٹھیکہ دے دینا وغیرہ پاکستان کے امریکہ کے نزدیک ناقابلِ معافی جرائم ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ امریکہ خدا نہیں ہے' ہمارا دشمن ہمیشہ ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ قارئین کو امریکہ کا یہ رخ دکھانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ پاکستان کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے دیانت داری اور خلوص سے سخت محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ قومی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح دینے کی ضرورت ہے اور اہم ترین بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح جنرل صاحب تین سوال دنیا کے آگے رکھ کر پوچھتے ہیں کہ آیا تنازعہ کشمیر حل کئے بغیر پاکستان اور بھارت کے درمیان امن کا قیام ممکن ہے' ہم بھی جنرل مشرف' عوام اور پاکستان کی دینی و سیاسی جماعتوں کے

> **پاکستان کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے اسلامی نظام قائم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں**

سامنے تین سوال رکھتے ہیں:

۱) کیا پاکستان کی اساس اور بنیاد اسلام نہیں ہے؟
۲) کیا انفرادی اور اجتماعی سطح پر اسلامی نظام نافذ کئے بغیر اللہ کی مدد آ سکتی ہے؟
۳) کیا اللہ کی مدد کے بغیر ہم کفر کی ان قوتوں پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں جو اسلام کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اور چند بٹن دبا کر اس دنیا کو ہزاروں بار تباہ و برباد کر سکتی ہیں؟

حمد

تو رحیم ہے رحمان ہے
تیری ذات عالی شان ہے
تیرا ذکر شام و سحر یہاں
تیری یاد ہر ہر آن ہے
تیری ہر عطا ہے بلند تر
جو عظیم تر ہے قرآن ہے
جسے سب سے اعلیٰ بنا دیا
وہ یہ حضرتِ انسان ہے
تُو ہی ذکر میں تُو ہی فکر میں
سبھی محفلوں کی تُو شان ہے
رگِ جاں سے بھی تو قریب ہے
تیرے عاصی کا یہ ایمان ہے
تیرا شکر ہے' تیری حمد کو
میرا جسم ہے' میری جان ہے!

(عاکف غنی)

اسلام کا معاشرتی نظام

ڈاکٹر اسرار احمد

اسلام کے معاشرتی نظام کے حوالے سے ایک بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اس نظام سے کسی نہ کسی درجے میں واقف ہے۔ مثلاً ہر مسلمان پردہ اور ستر کے لازم ہونے کا علم رکھتا ہے خواہ عمل کرنے میں کوئی کتنی ہی کوتاہی کرتا ہو۔ جبکہ نظام خلافت کے تحت معاشی اور سیاسی نظام کے بارے میں اول تو عام مسلمان بہت کم جانتے ہیں۔ پھر جدید تقاضوں کے تحت ان دونوں میں اجتہاد کی شدید ضرورت بھی ہے۔ گویا ان شعبوں کے بارے میں جتنا کچھ علم ہے بھی وہ فرسودہ ہو چکا ہے اور ان احکام و معاملات میں اجتہاد کی روشنی میں نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ان خطبات کے آغاز ہی میں یہ بات عرض کر دی گئی تھی کہ اجتماعی نظام کی پہلی منزل عائلی نظام ہے۔ اس پہلی منزل کو امام الہند شاہ ولی اللہؒ ''تدبیر منزل'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ پہلی منزل کے بعد بہت سے دوسرے عوامل شامل ہو کر معاشرت کو وجود بخشتے ہیں۔ پھر جب ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے تب اقتصادی و سیاسی مسائل جنم لیتے ہیں اور انہی مسائل کی کوکھ سے سیاسی و اقتصادی نظام وجود میں آتا ہے۔

معاشرتی نظام کے اصول و مبادی

اسلام کے معاشرتی نظام کے حوالے سے پہلی بات یہ ہے کہ اسلام میں پیدائشی طور پر تمام انسان برابر ہیں۔ گویا کامل انسانی مساوات موجود ہے۔ پیدائشی طور پر نہ کوئی اونچا ہے نہ نیچا' نہ نسل کی بنیاد پر نہ رنگ کی بنیاد پر اور نہ جنس کی بنیاد پر۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ عورت کو مرد سے گھٹیا تصور کیا جائے۔ قرآن حکیم اونچ نیچ کے اس قسم کے ہر تصور کی نفی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو'' (آل عمران: ۱۹۵) ایک ہی باپ کے نطفے میں سے اس کا بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی اور ایک ہی ماں کے رحم میں دونوں نے پرورش پائی ہے۔

یہ بات کہنے میں جتنی سادہ ہے' دل و جان کے ساتھ اسے تسلیم کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ ہمارے ہاں ہندوؤں کو تو خوب برا بھلا کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں برہمن اور شودر کی معاشرتی تفریق موجود ہے لیکن بالکل اسی طرح ہمارے ہاں مصلی اور سید (سندھ میں امتی اور سید) کی تفریق موجود ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ خود اسلام اس تقسیم کو کسی درجے میں بھی قبول نہیں کرتا۔ اسلام کا پہلا اصل الاصول سماجی سطح پر کامل انسانی مساوات ہے۔ اسلام کے تصور میں اگر مراتب کا کوئی فرق ہے تو وہ علم اور تقویٰ کے حوالے سے ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

''اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تقویٰ (خدا ترسی) میں سب سے زیادہ ہو''۔ (الحجرات: ۱۳)

علم اور تقویٰ وہ چیزیں ہیں جن کو آپ اپنی محنت سے کسب کرتے ہیں۔ ان کے برعکس وہ چیزیں جو آپ کو اپنے کسب کے بغیر عطا کی گئی ہیں اور آپ کی پسند و ناپسند اور کسب و محنت کو ان کے حصول میں کوئی دخل نہیں ہے' ان کو وجہ اعزاز و اکرام نہیں بنایا گیا۔ اللہ نے آپ کو جو رنگ اور شکل و صورت عطا کی ہے اسی طرح آپ کو جس نسل میں پیدا کر دیا گیا ہے اور آپ کی جو جنس بنا دی گئی ہے' ان چیزوں میں آپ کو کوئی اختیار قطعاً نہیں دیا گیا۔ لہٰذا جن چیزوں میں آپ کا اختیار نہیں ہے ان کی وجہ سے کوئی اونچ نیچ کا معیار قائم نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو قوموں اور قبیلوں کی صورت میں بنا دیا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہو''۔ (الحجرات: ۱۳)

البتہ دستوری اور قانونی سطح پر مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق ہوگا۔ یہ فرق بھی محض انتظامی ضرورت کے تحت ہے اس لئے کہ ہم کو ایک نظام چلانا ہے اور نظام وہی چلا سکتا ہے جو اس کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو۔ اس لئے نظام خلافت چلانے کی ذمہ داری صرف مسلمانوں کی ہے۔ غیر مسلم اس نظام کو نہ چلا سکتے ہیں نہ چلانے کا حق رکھتے ہیں۔

لیکن اس فرق کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہاں بھی معاملہ افضلیت و مفضولیت کا نہیں ہے۔ کسی کو کبھی یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں مسلمان ہوں اس لئے کافر سے افضل ہو (ایمان کی فضیلت اپنی جگہ مگر آدم کی اولاد ہونے میں یا انسان ہونے کے ناطے کافر اور مسلم دونوں ایک ہی سطح پر ہیں)۔ علاوہ ازیں مسلمان کو کافر سے جوہری طور پر افضل نہ قرار دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اصل اعتبار خاتمے کا ہے۔ اور کس کا خاتمہ کس حالت پر ہوگا' اس کا کسی کو علم نہیں۔ میں الحمد للہ آج مسلمان ہوں مگر اس بات کا امکان تو موجود رہتا ہے کہ کل کو میرا پاؤں پھسل جائے اور میں گمراہی کے غار میں جا گروں اور اس بات کا بھی امکان موجود رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کے لئے ہدایت کا دروازہ کھول دیں۔ کفر و اسلام کی یہ تقسیم مستقل نہیں ہے جبکہ کالے اور گورے کی تقسیم تو مستقل ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی کالا گورا ہو جائے لیکن کوئی کافر کلمہ پڑھ کر اس فرق کو ایک لمحے میں ختم کر سکتا ہے۔

ایک اور تقسیم انتظامی اعتبار سے ہے۔ یہ تقسیم افسر اور ماتحت کی ہے۔ اس تقسیم اور فرق کو ہمیں تسلیم کرنا ہوگا۔ اسی طرح شرف انسانیت کے اعتبار سے مرد اور عورت برابر ہیں۔ روحانی اور اخلاقی بلندی کے لئے میدان دونوں کے لئے کھلا ہے۔ چنانچہ سورۃ احزاب کی آیت ۳۵ میں ارشاد ربانی ہے:

''بے شک مسلم مرد اور مسلم عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' سچے اور سچی عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' (ادب سے) جھکنے والے مرد اور جھکنے والی عورتیں' صدقہ دینے والے مرد اور عورتیں' روزہ دار مرد اور عورتیں' اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں' اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم کا اہتمام کر رکھا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں جتنے بھی اوصاف عالیہ گنوائے گئے ہیں ان میں مرد اور عورت دونوں کو شریک کیا گیا ہے۔ چنانچہ نہ جانے کتنے کروڑوں مرد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مقام پر رشک کرتے ہوں گے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ شرف انسانیت کے اعتبار سے مرد اور عورت برابر ہیں لیکن جب ایک مرد اور ایک عورت رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے تو اب (انتظامی طور پر) برابر نہیں رہے۔ اس لئے کہ اب ایک ادارہ وجود میں آ گیا ہے۔ یہ خاندان کا ادارہ (Institution of family) ہے اور ہر ادارے کے لئے ایک سربراہ ہونا لازم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ کسی ادارے میں برابر کے درجے والے دو سربراہ ہوں تو اس کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ اس لحاظ سے قرآن حکیم کی ہدایت یہ ہے کہ:

''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ایک کو دوسرے پر دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال (خاندان کے ادارے کو قائم کرنے پر) صرف کئے ہیں''۔

یہ دراصل خاندانی ادارے کا نظم ہے اور اسی پہ سارا فقہی نظام قائم ہے۔ خاندان کے ادارے کا سربراہ مرد ہے۔ وہ شادی کے لئے مہر ادا کرنے کا پابند ہے حالانکہ جس

طرح شادی مرد کی ضرورت ہے اسی طرح عورت کی بھی ہے۔ مرد عورت کے بغیر نامکمل ہے اور عورت مرد کے بغیر۔ اس کے باوجود مہر ادا کرنے کی پابندی مرد کے لئے ہے عورت کے لئے نہیں۔ مرد کے ذمہ کفالت بھی ہے وہ بیوی کے نان نفقے کا ذمہ دار ہے۔ بچوں کی پرورش و پرداخت اور تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی مرد ہی پر ہے۔ اسی مصلحت سے وراثت میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا رکھا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں منطقی طور پر باہم مربوط ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فلسفہ حیات نے کسی گوشے میں کوئی جھول نہیں چھوڑا ہے۔

اسلام کے عائلی نظام کے حوالے سے علامہ اقبال نے ایک بہت اچھی بات کہی ہے۔ علامہ اقبال اپنے چھٹے لیکچر میں کہتے ہیں کہ لوگ اسلام کے عائلی قوانین پر بڑے سطحی انداز میں غور کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ بہت سے اعتراضات شروع کر دیتے ہیں‘ گہرائی میں اتر کر غور نہیں کرتے۔ اسلام نے جو بات کہی ہے‘ وہ اجمال سے کہی ہے لیکن اسی اجمال کو ذرا کھول کر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسلام کا ہر حکم یا ہدایت انتہائی معقول ہے۔ اسلام کے عائلی قوانین میں طلاق کا اختیار مرد کو دیا گیا ہے‘ عورت کو نہیں دیا گیا۔ تاہم عورت خلع حاصل کر سکتی ہے‘ طلاق نہیں دے سکتی الا یہ کہ شادی کے موقعہ پر عورت نے بطور شرط حق طلاق منوا لیا ہو۔ یہ تمام احکام خاندان کے نظام کو مستحکم رکھنے کے لئے مرد کی قوامیت کی ضرورت کا اظہار ہیں۔

اسلام کے خاندانی نظام میں والدین کے حقوق اس نظام کا دوسرا رخ یا بعد ثانی (Second Dimension) ہے۔ ایک مرد اور عورت سے خاندان کی ابتداء ہوتی ہے۔ پھر اولاد ہو جانے سے Second Dimension شروع ہو جاتی ہے۔ اب والدین اور اولاد کا رشتہ بھی قائم ہو گیا۔ پھر اولاد جب ایک سے زائد ہو جاتی ہے تو اخوت کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ گویا ایک خاندان کے ابعاد ثلاثہ (Three dimensions) ہیں۔

اس ادارے کا استحکام مرد اور عورت کے درمیان قوی رشتہ پر منحصر ہے۔ اسی طرح جتنا اولاد اور والدین کے درمیان رشتہ مضبوط ہوگا اتنا ہی خاندان کا ادارہ مستحکم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں چار مقامات پر اللہ کے حق کے ساتھ والدین کے حقوق کا ذکر ہے اور آپ حیران ہوں گے کہ ان مقامات پر رسول کا ذکر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ سورۂ لقمان میں آتا ہے ”شکر کرو میرا اور اپنے والدین کا“۔ یہی مضمون سورۂ بنی اسرائیل میں آیا ہے: ”تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو“۔ یہ سب اس لئے ہے کہ اولاد اور والدین کا رشتہ مضبوط ہو اور والدین پورے اطمینان کے ساتھ خود کو اپنی اولاد میں پوری طرح کھپا دیں۔ وہ اپنے بڑھاپے کے لئے اس فکر کے ساتھ کچھ بچا کر نہ رکھیں کہ اس وقت کہاں سے کھائیں گے۔ انہیں اطمینان ہو کہ ان کی اولاد انہیں ان کا بدلہ دے گی۔ سورۂ بنی اسرائیل میں آتا ہے کہ:

”اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے (رحم کے ساتھ) مجھے پالا پوسا جب میں چھوٹا تھا“۔

یورپ میں جا کر دیکھئے کہ بوڑھے والدین کا کیا حشر ہوتا ہے۔ آپ ان کی حسرت اور محرومی کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ وہ بیچارے سالہا سال اپنی اولاد کو دیکھنے کے انتظار میں گزار دیتے ہیں۔ وہ کرسمس کا انتظار محض اس خوشی میں کر رہے ہوتے ہیں کہ اس موقعہ پر بیٹے یا بیٹی کی شکل نظر آئے گی۔ لیکن قابل افسوس بات یہ ہے کہ اب اس موقع پر بھی ان کو اپنے پیاروں کی شکل دیکھنے کو نہیں ملتی۔ ان کے ہاں old home میں تمام سہولتیں موجود ہیں۔ وہاں ٹی وی سیٹ لگے ہوئے ہیں۔ بہترین کھانا میسر ہے۔ لیکن اہل یورپ یہ بات بھول گئے کہ انسانی جذبات کسی اور چیز کا بھی تقاضا کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

۲۵ سالہ ۵' بی اے بی ایڈ صوم وصلوٰۃ کی پابند دوشیزہ کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔ اردو سپیکنگ فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ (ملتان): سعید اظہر عاصم
فون (گھر) 42260‘ (دفتر) 521070

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس
میں FA,I.Com,ICS,B.A کے داخلے جاری ہیں (تفصیلات آئندہ شمارے میں)

اصلاح الرسوم

افادات حکیم الامت مولانا تھانویؒ

☆ ولیمہ کا مسنون طریقہ

ولیمہ کا طریقہ مسنون یہ ہے کہ بلا تکلف و بلا تفاخر (بغیر فخر کے) اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جائے اپنے خاص لوگوں کو کھلا دے۔

☆ مسنون ولیمہ کے حدود و شرائط

ولیمہ اسی حد تک مسنون ہے جس کو اسلام نے متعین کر دیا ہے: (۱) اس میں غرباء بھی ہوں (۲) حسب طاقت (اپنی حیثیت کے مطابق) ہو (۳) سودی قرض سے نہ کیا گیا ہو (۴) ریا اور سمعہ (ناموری) کا دخل نہ ہو۔ (۵) تکلفات نہ ہوں (۶) خالصاً لوجہ اللہ ہو۔

☆ حضور ﷺ کا ولیمہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ قدرے جو کا کھانا تھا اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح ہوئی تھی اور گوشت روٹی لوگوں کو کھلائی گئی تھی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ اس طرح ہوا تھا کہ جو کچھ صحابہؓ کے پاس تھا سب جمع کر لیا گیا اور یہی ولیمہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنے ولیمے کی بابت فرماتی ہیں کہ) نہ اونٹ ذبح ہوا نہ بکری‘ سعد بن عبادہ کے گھر سے دودھ کا ایک پیالہ آیا تھا‘ بس یہی ولیمہ تھا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولیمہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کیا اور ولیمہ میں یہ سامان تھا: چند صاع جو (جو ساڑھے تین سیر کے قریب ہوتا ہے) اور کچھ خرمہ اور کچھ مالیدہ۔

☆ ناجائز ولیمہ

ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت و اختصار کے ساتھ نہ کہ فخر و اشتہار کے ساتھ ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں۔

حدیث میں ایسے ولیمہ کو شر الطعام فرمایا گیا ہے۔ نہ ایسا ولیمہ جائز نہ اس کا قبول کرنا جائز۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ برادری کو اکثر کھانے جو کھلائے جاتے ہیں ان کا کھانا کھلانا کچھ جائز نہیں۔ دیندار کو چاہئے کہ نہ خود ان رسموں کو کرے اور جس تقریب میں یہ رسمیں ہوں ہرگز وہاں شریک نہ ہو بلکہ صاف انکار کر دے۔ برادری کنبہ کی رضامندی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آئے گی۔

نظامِ خلافت کی گلوبلائزیشن میں پاکستان اور افغانستان اہم رول ادا کریں گے

خلافت میں اظہارِ رائے کی آزادی، نظامِ حکومت شورائی اور بیت المال مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہوتا ہے جبکہ ملوکیت شخصی اور موروثی ہوتی ہے اور بیت المال ذاتی ملکیت بن جاتا ہے

پاکستانی مسلمان اپنی ذمہ داری پہچانیں، دینی جماعتیں انتخابی سیاست سے نکل آئیں تو نفاذِ اسلام میں کامیابی مل سکتی ہے

پہلے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تجدیدِ خلافت کا کارنامہ سرانجام دیا جبکہ موجودہ صدی ہجری میں حضرت مہدی کے ہاتھوں عرب میں اسلامی حکومت کے قیام کے ذریعے عالمی نظامِ خلافت کے قیام کا آغاز ہوگا

تجدیدِ خلافت کی پہلی اور آخری کڑی: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت مہدی

کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی و داعیٔ تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کا الحمرا ہال نمبر ۱ میں ۲۲ جولائی کا لیکچر

۲۲ جولائی بروز اتوار صبح دس بجے تحریک خلافت پاکستان کے زیرِ اہتمام الحمرا ہال نمبر ۱ میں ''سلسلۂ تجدید خلافت کی پہلی اور آخری کڑی...... حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت مہدی سلام اللہ علیہ'' کے موضوع پر ایک لیکچر کا اہتمام کیا گیا۔ مقرر امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت محترم ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ لیکچر پر تبصرہ اور سوالات کے لئے ایک پینل بھی تشکیل دیا گیا تھا۔ پینل میں معروف کالم نگار عطاء الرحمٰن، مذہبی سکالر پروفیسر عبدالجبار شاکر اور معروف دانشور قیوم نظامی شامل تھے۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ تلاوت کلام اللہ کی سعادت قاری عبدالماجد نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد جناب محبوب احمد ہمدانی نے بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ نعت پیش کیا:

بزم کونین سجانے کے لئے آپؐ آئے
شمع توحید جلانے کے لئے آپؐ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لئے آپؐ آئے
قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لئے آپؐ آئے
ناخدا بن کے اُمڈتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لئے آپؐ آئے

بعد ازاں ناظم اعلیٰ تحریک خلافت جناب عبدالرزاق صاحب نے تحریک خلافت کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا:

تحریک خلافت دراصل نظام خلافت کے قیام کی جانب پہلا قدم ہے۔ اس تحریک کا مقصد پورے کرہ ارض پر نظام خلافت کے قیام کی راہ ہموار کرنا اور انسانیت کو اس کی برکات سے آگاہ کرنا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت کا خطاب ٹھیک دس بج کر چوبیس منٹ پر شروع ہوا۔ خطاب کے آغاز تک ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا لیکن شمع خلافت کے پروانوں کی آمد ابھی جاری تھی۔ چنانچہ بعد میں آنے والے حاضرین نے ہال کی سیڑھیوں اور سٹیج کے سامنے زمین پر بیٹھ کر خطاب سنا۔ خواتین کی ایک بڑی تعداد نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے سورۂ نور کی آیت ۵۵ کی تلاوت کے بعد فرمایا: ''میرے آج کے لیکچر کا موضوع چودہویں صدی سے انتہائی Relevent ہے۔ النور کی آیت نمبر ۵۵ میں اللہ نے امت مسلمہ سے ایک پختہ وعدہ کیا ہے کہ وہ امت مسلمہ کو کل روئے ارضی کی خلافت عطا کرے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

''وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائیں اور عمل صالح کا حق ادا کریں کہ وہ انہیں لازماً زمین میں خلافت عطا کرے گا جیسا کہ خلافت عطا کی تھی ان کو جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکن عطا فرما دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے لئے خوف کے بعد امن کی حالت پیدا کر دے گا۔ پھر ایسے لوگ میری ہی بندگی کریں گے، کسی کو میرے ساتھ شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ پھر اس (پختہ وعدے) کے بعد بھی جو لوگ روگردانی اختیار کریں تو ایسے لوگ ہی نافرمان ہیں۔''

اس آیۂ مبارکہ میں تین وعدے کئے گئے ہیں جو حقیقت میں ایک ہی وعدہ ہے یعنی (۱) اللہ امت مسلمہ کو زمین کی خلافت عطا کرے گا اور (۲) ان کے دین کو تمکن عطا کر دے گا (۳) اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

دراصل ایک ہی وعدے کو مؤکد کرنے کے لئے تکرار کا اسلوب اختیار کیا گیا۔ آگے فرمایا گیا کہ جب ایسا ہو جائے تو وہ میری ہی بندگی اور عبادت کریں گے یعنی جب تک اللہ کا دین غالب نہ ہو عملی اعتبار سے توحید کامل نہیں ہو سکتی۔ آگے ارشاد ہے کہ جب دین غالب ہو جائے اور جو لوگ انکار کریں تو گویا ان میں خیر کا کوئی شائبہ نہیں۔ اس ارشاد کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان پختہ وعدوں کے باوجود کوئی دین کے غلبہ کی جدوجہد نہیں کرتا تو یہ اس کی بدنصیبی ہے۔ اس آیت مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ سورۂ نور سن چھ ہجری میں نازل ہوئی۔ اس وقت مسلمان بہت کمزور تھے۔ ان پر تشدد ہو رہا تھا۔ ان حالات میں جب ان سے یہ وعدہ کیا گیا تو اس وقت یہ بہت دور کی بات نظر آتی تھی لیکن اس کے تھوڑے عرصے بعد یعنی ۷ ہجری میں خیبر فتح ہو گیا اور ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد سے وصال تک آپ کی حیثیت خلیفۃ اللہ کی تھی۔ آپؐ ہی اس مملکت کے فرماں روا تھے۔ حضورؐ کے بعد امت کن عروج و زوال سے گزری اس تاریخ کو ایک حدیث میں

سمو دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا:

''تمہارے اندر عہد نبوت جب تک اللہ چاہے گا موجود رہے گا اور پھر اٹھا لے گا۔ اس کے بعد نبوت کے نقش قدم پر خلافت آئے گی جو قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے پھر جب اللہ چاہے گا اسے ختم کر دے گا پھر ایک دور آئے گا جب کاٹ کھانے والی ملوکیت قائم ہو جائے گی وہ بھی رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اسے بھی اللہ ختم کر دے گا۔ پھر دور غلامی والی ملوکیت آئے گی اور اللہ جب تک چاہے گا وہ رہے گی پھر اسے بھی ختم کر دیا جائے۔ پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا دور آئے گا اور اسلام اپنی گردن زمین پر ٹکا دے گا۔ (یعنی اسلام کی سعادتیں ساری زمین کو سمیٹ لیں گی) آسمان اپنا کوئی قطرہ بھی نہ روکے گا مگر یہ کہ اسے برسا دے زمین اپنے تمام خزانے نہیں روکے گی مگر یہ کہ انہیں باہر نکال دے۔''

ایک اور حدیث حضرت ثوبانؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا چنانچہ میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب دیکھے اور یقیناً میری امت کا اقتدار وہاں تک پہنچے گا جہاں تک زمین کو میرے لئے لپیٹا گیا۔''

حضرت مقداد بن اسودؓ سے بھی ایک حدیث کل روئے ارضی پر غلبہ دین سے متعلق خوشخبری پر مشتمل ہے آپؐ نے فرمایا: زمین پر کوئی گھر نہیں بچے گا نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا نہ اونٹ کے بالوں کا کوئی خیمہ جس میں اللہ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے۔''

ان احادیث میں گویا خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کی گلوبلائزیشن کی پیشینگوئیاں کی گئی ہیں۔

سب سے پہلی حدیث میں کاٹ کھانے والی ملوکیت اور جبر کرنے والی ملوکیت کا ذکر آیا ہے۔ دراصل کاٹ کھانے والی ملوکیت' خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کا دور حکومت ہے' جب مسلمان حکومتیں جب دوسری قوموں کی غلام ہو گئیں تو اسے کاٹ کھانے والی ملوکیت کہا گیا۔

یہاں ایک اہم بات سمجھنے والی یہ ہے کہ مسلمانوں کا دور عروج اور اسلام کا دور عروج دو الگ چیزیں ہیں۔ خلافت راشدہ کے بعد سے آج تک اسلام کو عروج حاصل نہیں ہو لیکن خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کا دور عروج شروع ہوا۔ جس میں بنو امیہ اور بنو عباسیہ کا شاندار دور شامل ہے۔ پھر مسلمانوں کا بھی دور زوال آ گیا۔ کروسیڈرز کے ذریعے مسلمانوں کی پٹائی ہوئی۔ تاتاریوں نے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور عربوں کو مسلمانوں کی قیادت سے بے دخل کر دیا گیا۔

اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں پر دو عروج اور دو زوال کے ادوار آئے۔ جبکہ اسلام کو ایک عروج حاصل ہوا اور پھر اب تک مسلسل زوال ہے۔ اس دوران اسلام کی حفاظت کا اللہ نے کیا انتظام کیا؟ دراصل ختم نبوت کے بعد پیدا ہونے والے خلا کو اللہ نے تین چیزوں سے پورا کیا۔ ۱۔ قرآن کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ ۲۔ ہر صدی میں مجددین کی آمد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ۳۔ اس امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔

سلسلہ مجددین کی پہلی کڑی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں۔ جن کی والدہ حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں اور والد مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ گویا حضرت عمر فاروقؓ کا خون آپ کی رگوں میں شامل ہے۔ آپؒ نے ملوکیت کو دوبارہ خلافت راشدہ میں تبدیل کیا خلافت اور ملوکیت میں فرق یہ ہے کہ خلافت راشدہ شورائی حکومت تھی جبکہ ملوکیت میں بادشاہ نے سب اختیار اپنے پاس رکھ لئے۔ نظام خلافت میں خلیفہ کا انتخاب ہوتا تھا جبکہ ملوکیت میں حکومت موروثی ہو گئی۔ خلافت میں بیت المال مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت ہوتا ہے جبکہ ملوکیت میں یہ خزانہ ذاتی ملکیت بن جاتا ہے۔ خلافت میں اظہار رائے کی آزادی ہوتی ہے۔ ایک عام آدمی خلیفہ کا احتساب کر سکتا تھا۔ خلافت میں مملکت اللہ کی تھی۔ لیکن ملوکیت میں مملکت ذاتی جاگیر بن گئی اور اختلاف کرنے پر سینکڑوں تابعی شہید کئے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور تک صرف سیاسی نظام میں کجی آئی تھی۔ عقائد وغیرہ میں کوئی خرابی نہ آئی تھی۔ لہٰذا آپ کا تجدیدی کارنامہ تین نکات پر مبنی ہے۔ یعنی جب آپؒ پر خلافت کی ذمہ داری ڈالی گئی تو آپؒ نے اولاً تین کام کئے۔

۱۔ سب سے پہلے اعلان کیا کہ میں تم کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں۔ (لیکن لوگوں نے آپؒ کی بیعت برقرار رکھی)

۲۔ تمام جاگیریں لے کر بیت المال میں جمع کرا دیں۔ اپنی جاگیر اور بیوی کے زیورات بھی ختم کر دیئے۔

۳۔ اپنی زندگی میں انتہائی سادگی اختیار کر لی۔

آپ کا دور تجدید خلافت کی پہلی اور کامل کڑی تھا۔ آپؒ کے بعد آنے والے مجددین نے اسلام کی حفاظت کے لئے علمی و اصلاحی خدمات سرانجام دیں۔ اور بدعات کے خلاف کام کیا۔ تاہم خلافت تا حال قائم نہ ہو سکی۔ چند اہم مجددین کے نام یہ ہیں۔ فقہ میں ائمہ اربعہ' جمع و تدوین حدیث میں امام بخاریؒ' امام مسلمؒ' جبکہ وعظ و نصیحت کی ذمہ داری حضرت حسن بصریؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے سرانجام دی۔ فتنہ اعتزال کے رد کے لئے امام حسن العصریؒ' یونانی فلسفہ اور منطق کا ابطال کرنے کے لئے امام غزالیؒ' بدعات و منکرات کے خاتمے میں علامہ ابن جوزیؒ' علامہ عزالدین اور روح دین کے احیاء کے لئے مولانا رومؒ سامنے آئے۔ احیائے علم دین کے لئے امام ابن تیمیہؒ کا نام سامنے آتا ہے۔ یہ پہلے ہزار سال کے بڑے اہم نام ہیں۔ امت مسلمہ کا دوسرا ہزار سال جب شروع ہوا تو تجدید و حفاظت اسلام کا مرکز ہندوستان شفٹ ہو گیا۔ پہلے دین کا سارا کام ہندوستان میں باہر سے آتا تھا۔ لیکن گیارہویں صدی ہجری سے ریورس گیئر لگا اور مجددین کی آمد کا سلسلہ یہاں شروع ہوا۔ گیارہویں صدی کے مجدد حضرت شیخ احمد سرہندیؒ یہاں پیدا ہوئے اور سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ یہاں سے پوری دنیا میں گیا۔ بارہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہؒ جن کا وارث دیوبند بنا اور یہاں سے علوم ولی اللّٰہی کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلا۔ طالبان انہی دیوبندی مدارس کے فارغ التحصیل ہیں۔ تیرہویں صدی کے مجدد سید احمد بریلویؒ جنہوں نے جہاد کا سلسلہ جاری فرمایا۔ چودھویں صدی کے مجددین میں اگرچہ اختلاف ہے۔ کچھ کے نزدیک مولانا اشرف علی تھانویؒ مجدد ہیں جب کہ دوسرا طبقہ مولانا رشید گنگوہیؒ کو مجدد سمجھتا ہے۔ احمد رضا خان صاحب کے بارے میں بھی کچھ لوگوں کا یہی گمان ہے۔ تاہم میرے نزدیک شیخ الہند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا چودھویں صدی کے مجدد اعظم ہیں۔ جبکہ میرے نزدیک پندرہویں صدی ہجری کے کامل مجدد الا امام المہدی سلام اللہ علیہ ہیں۔ جن کے ظہور کا وقت قریب ہے' البتہ امام مہدی کا تصور وہ نہیں ہے جو اہل تشیع کے ہاں پایا جاتا ہے۔ امام معصوم نہیں ہوتا معصوم صرف انبیاء ہوتے ہیں جن کا سلسلہ نبی ﷺ پر ختم ہو چکا ہی اسی طرح امامت کا موروثی تصور بھی نہیں ہے۔ بہرحال میرے نزدیک موجودہ حالات میں تجدید خلافت کا کام مہدی کریں گے۔

حضرت مہدی کے بعد حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں عالمی سطح پر نظام خلافت کے قیام کا کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ احادیث کی روشنی میں امام مہدی کا ظہور عرب میں ہو گا اور انہیں پاکستان اور افغانستان سے لشکروں کی حمایت ملے گی۔ میرا خیال ہے کہ سعودی عرب میں شاہ فہد کے انتقال کے بعد اس سلسلے میں پیش رفت کا امکان ہے کیونکہ حالات اسی سمت میں بڑھ رہے ہیں اس چیز کو عالم کفر اور اہل مغرب بھی محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے نیٹو کو از سر نو منظم کیا ہے اور سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد اسلامی بنیاد پرستی سے خطرات کا اظہار کیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ مہدی کے ظہور کے بعد خراسان اور اس خطہ سے جہاں اس وقت پاکستان موجود ہے جہادی لشکر سیاہ پرچموں کے ساتھ نکلیں گے اور یروشلم کو فتح کریں گے۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو طالبان کی حکومت کا قائم ہونا خالی از علت نہیں لگتا۔ اس تناظر میں ہمیں اپنی ذمہ داری پہچاننا ہو گی اور اس کے لئے عوام الناس کو تیار کرنا ہو گا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے بعد تجدید و احیائے دین کا کام اس خطے میں علامہ اقبالؒ' سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ' مولانا ابوالکلام آزادؒ نے کیا اور اب میں بھی یہی کام کر رہا ہوں۔ مولانا مودودیؒ کی تصنیف خلافت و ملوکیت کا پہلا حصہ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

☆ فرقہ بندی کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟
☆ کیا اسلام کا غالب ہونا اقتدار سے مشروط ہے؟
☆ اسلامی معاشی نظام کے تحت بینک کاری کا کیا کردار ہوگا؟
☆ شرعی احکام کی رو سے تنگ و چست لباس کی کیا حقیقت ہے؟

قرآن آڈیٹوریم میں ہفتہ وار درس قرآن کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے سوال و جواب کی نشست

س: کیا موجودہ دور میں اسلام کا غالب ہونا اقتدار سے مشروط ہے؟

ج: اسلام کا بالفعل غالب ہونا یقیناً اقتدار کے ساتھ مشروط ہے۔ اگر اہل ایمان کو طاقت حاصل نہ ہوگی تو اسلام کو نافذ کرنا ان کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ کسی ایسے ملک میں جہاں مسلمان مجبوری اور کمزوری کی حالت میں ہوں' وہاں اسلام نافذ نہیں ہوسکتا۔ البتہ اگر مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو لیکن اس کے باوجود وہ دین کے نفاذ میں غفلت برتیں تو ایسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کے مجرم قرار پائیں گے۔ اس حوالے سے ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے کہ اس خطۂ ارضی پاکستان میں ہم عظیم اکثریت میں ہیں' ہمیں ہر طرح کے حقوق حاصل ہیں اور دعوت دین کا کام کرنے' جلسہ و اجلاس منعقد کرنے' احتجاجی مظاہرے کرنے اور جلوس نکالنے کی آزادی ہے لیکن ان سب کے باوجود اگر ہم اپنے اپنے دنیاوی دھندوں میں لگے رہیں اور نفاذِ اسلام کی طرف توجہ نہ دیں تو یہ صورت حال نہایت افسوس ناک ہے۔

س: فرقہ بندی کی کیا اہمیت ہے اور اس کو ختم کرنے کا کیا طریقہ ہوسکتا ہے؟

ج: اس امر سے تو کوئی شخص اختلاف نہیں کر سکتا کہ فرقہ بندی بہت بری شے ہے جو امت کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہی ہے۔ فقہی مسلک کا علیحدہ ہونا معیوب نہیں ہے۔ قانونی اور فقہی اعتبار سے اسلام کے چار مسالک کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایک دور ایسا بھی تھا جب کسی مسلمان شخص کا نام اس وقت تک پورا ہی نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک اس کے ساتھ دو نسبتیں نہ بیان ہو جائیں' یعنی پہلے یہ کہ اس کا تعلق کس فقہ سے ہے اور اس کے بعد وہ تصوف کے کس سلسلے سے تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً حنبلی قادری' مالکی چشتی وغیرہ۔ اگر اختلاف اس حد تک رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ جب اس میں تلخی پیدا ہو جائے' اپنے گروہ کے علاوہ دوسرے کسی بھی گروہ کو برداشت کرنے کا مادہ ختم ہو جائے اور اپنے سوا دیگر تمام مسالک کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جانے لگے تو یہ شدید گمراہی کی ایک صورت ہے جس کے نتیجے میں اسلام کی عمارت منہدم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اس فساد کو ختم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اسلام کو کلی طور پر نافذ کیا جائے تاکہ لوگ اس کے ظاہری اور باطنی اثرات و برکات سے مستفید ہوں۔ جب دین حق کی اصل روح لوگوں کے سامنے آ جائے گی تو پھر فروعی چیزوں کی اہمیت خود بخود کم سے کم تر ہو جاتی چلی جائے گی۔

س: موجودہ حالات میں اسلامی معاشی نظام کے تحت بینک کاری کا کیا کردار ہوگا؟

ج: اس ضمن میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ صحیح اسلامی نظام کے تحت بینک کاری اپنی موجودہ صورت میں تو نہیں ہوسکتی' البتہ سرمایہ کاری کے لئے مختلف کمپنیاں قائم کی جا سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں عملی صورت یہ ہوگی کہ کچھ افراد مل کر ایک کمپنی بنائیں جس کے پاس لوگ پیسے جمع کرا کے سرمایہ کاری کے لئے حصص (Shares) لے لیں۔ یہ لین دین مضاربت کی بنیاد پر ہوگا۔ لوگ مضارب بن کر اس کمپنی کو پیسے دیں گے جبکہ کمپنی والوں کی حیثیت عامل کی ہوگی۔ اب اس کمپنی کا کام یہ ہوگا کہ وہ اس امر کا جائزہ لے کہ مارکیٹ میں سرمایہ کاری کے کیا مواقع ہیں اور کس کام میں پیسہ لگایا جائے۔ جب یہ کمپنی کسی کاروبار میں سرمایہ کاری کرے گی تو اب وہاں اس کی حیثیت مضارب کی ہوگی جبکہ وہ جگہ جہاں پر سرمایہ لگایا گیا ہے وہ عامل ہو جائے گی۔ اس کے بعد جو منافع اس کمپنی کو ملے گا وہ اس میں سے حصہ اپنے شیئر ہولڈرز کو دے گی۔ میرے نزدیک بینک کاری کی یہی ایک شکل ممکن ہے۔ باقی آج کل اسلامی بینک کاری کے عنوان سے جو تجربے ہو رہے ہیں اسے ایک مثبت پیش رفت تو ضرور قرار دیا جا سکتا ہے لیکن چونکہ ان کے جواز کا فتویٰ ان فقہی آراء کی روشنی میں حاصل کیا گیا ہے جو دور ملوکیت میں پروان چڑھی تھیں' لہٰذا میرے نزدیک ان میں کسی قدر سود کی آلائش پائی جاتی ہے۔ واللہ اعلم! تاہم میری رائے میں جب تک مکمل اسلامی انقلاب برپا نہیں ہوتا ہمارے لئے انہی فقہی آراء پر مبنی اسلامی بینک کاری نظام کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ کار بھی نہیں ہے!

س: شرعی احکام کے حوالے سے تنگ لباس کے بارے میں بیان کیجئے۔

ج: شریعت میں چست لباس اور تنگ کپڑے پہننے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے کپڑے پہننے والی عورتوں کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسی عورت جس نے ایسا باریک لباس پہن رکھا ہو جس میں سے اس کا جسم جھلک رہا ہو وہ برہنہ شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر کپڑے اتنے تنگ یا چست ہوں کہ جسم کے تمام نشیب و فراز اور خط و خال نمایاں ہو رہے ہوں تو وہ بھی بے لباسی کے زمرے میں آئے گا۔

مردوں کے لئے بھی ایسا لباس درست نہیں ہے' بالخصوص چست قسم کی پتلون کا پہننا جائز نہیں ہے۔ پتلون اگرچہ حرام نہیں ہے لیکن اس کو پہنتے وقت تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ ایک تو ٹخنا کھلا ہو' دوسرے وہ تنگ و چست نہ ہو اور تیسرے اس کے اوپر کوٹ یا بوشرٹ ہو۔ صرف پتلون کو اس اعتبار سے ستر پوش قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس میں جسم کے خط و خال واضح طور پر نظر آتے ہیں۔

تاثر و احساس

اظہار احمد قریشی

شکر ـــــ انسانیت کا جوہر

بھلا اور اچھا انسان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہر نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا ہو اور ہر اس شخص کا شکر ادا کرتا ہو جس سے کوئی بھلائی یا فائدہ ملا ہو۔ اس اعتبار سے انسانیت کا جوہر شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر

اپنے عظیم خالق اور مالک اللہ تعالیٰ سے ہمارا اولین تعلق یہ ہے کہ ہم دل اور جان سے اس کا شکر ادا کریں کیونکہ ہماری ہر خوبی اور ہر صلاحیت اسی کی دی ہوئی ہے۔ اس کی نعمتوں کو ہم شمار کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں۔ چنانچہ ہم اس کے شکر کا پورا حق بھی ادا نہیں کرسکتے۔ البتہ خدا کی عطا کردہ چند بڑی بڑی نعمتوں کا ذکر یہ ہے:

۱۔ خدا نے ہمیں زندگی جیسی نعمت سے نوازا۔ یہ نعمت ہمیں اپنے آخر وقت تک بے حد عزیز رہتی ہے۔ ہم میں سے کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا۔ سخت سے سخت مریض اپنے مرض سے چھٹکارا پانا چاہتا ہے۔ مرنا نہیں چاہتا۔ انتہائی مصیبت زدہ انسان اپنی مصیبت سے بچنا چاہتا ہے۔ وہ بھی مرنا نہیں چاہتا۔ خدا نے یہ کائنات ایسی دلچسپ اور ایسی رنگا رنگ بنائی ہے کہ انسان اس کے سحر میں گرفتار رہتا ہے اور اس کے رنگوں کی بہار میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔

۲۔ خدا نے اپنی کل مخلوق میں سے صرف ہم انسانوں کو ہی یہ شرف بخشا کہ ہم میں یہ صلاحیت ہے کہ اس کائنات میں ہم خدا کی عظیم صفات کو کام کرتے دیکھ سکتے اور محسوس کرسکتے ہیں۔ کائنات میں جاری اصولوں کو دریافت کرسکتے ہیں بلکہ اب تو بڑے زور شور سے دریافت کر رہے ہیں۔ ہمارے خدا نے کائنات اس طرح بنائی ہے کہ اس میں ہمارے لئے دریافت اور ایجادات کے ضمن میں آگے بڑھنے کے بے شمار راستے موجود ہیں۔ ہر قدم کے بعد ہم اگلا قدم بڑھا سکتے ہیں اور اس بے انتہا کائنات میں ہر قدم پر یہ محسوس ہوتا ہے کہ جو فاصلہ طے کیا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور جو طے کرنا ہے اس کا آخری سرا نظر بھی نہیں آرہا ہے۔ یہ کائنات ہمارے سامنے ایک بہت بڑے معمہ کی شکل میں ہے۔ جس کے مرحلہ وار حل کرنے کی صلاحیت خدا نے ہمیں عطا کی ہوئی ہے۔

۳۔ خدا نے ہمیں والدین عطا کئے۔ دنیا میں ہمارے آنے سے پہلے ہمیں گود میں لینے کے لئے ماں باپ کے چار ہاتھ تیار کئے اور ہماری تخلیق کے عمل میں ہمارے ماں باپ کا بھی کچھ حصہ رکھا۔ ہمارے والدین نے ہمیں گوشت پوست کے ایک لوتھڑے کے مرحلے سے عاقل اور بالغ ہونے تک کے لمبے مراحل میں ہماری انگلی پکڑی اور شفقت، محبت اور ایثار کے اعلیٰ انسانی اوصاف سے ہمیں عملی طور پر واقف کرایا۔ چنانچہ خدا کا حکم ہے کہ میرا شکر ادا کرنے کے ساتھ ہی والدین کا شکر ادا کرو اور جب والدین بوڑھے ہوجائیں تو دعا کرو کہ اے خدا جس محبت اور شفقت سے انہوں نے میری پرورش کی تھی وہی شفقت اب تو ان پر نچھاور کر۔

۴۔ خدا نے ہماری ہدایت کی خاطر جناب رسول کریم ﷺ مبعوث فرمائے جنہوں نے ہمیں قرآن مجید عطا کیا اور اس خدائی ہدایت کے مطابق عملی کردار کا نمونہ پیش کیا۔ اس ہدایت پر امت مسلمہ جب تک چلتی رہی تو اسے ایک ہزار سالہ سربلندی عطا ہوئی۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کا شکر

دنیا کے اس انتہائی دلچسپ سفر کے بعد روز قیامت ہم میں سے جو خوش نصیب دنیا کے امتحان میں کامیاب قرار دے دیئے جائیں گے انہیں جنت میں داخلہ ملے گا۔ انہیں یہ شرف ان کے نیک اعمال کی وجہ سے حاصل ہوگا۔ خدا کی یہ جنت نعمتوں سے بھرپور ہوگی۔ میں یہاں جنت کی صرف ایک خصوصیت کا ذکر کروں گا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"جنت میں تمہیں وہ سب کچھ ملے گا جو تمہارا دل چاہے گا اور وہ بھی سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے"۔

کیسی عظیم خوشخبری ہے۔ اس لحاظ سے اہل جنت گویا خدائے ذوالجلال کے مہمان ہوں گے۔

مجھ حقیر سے شخص پر اگر خداوند تعالیٰ نے خصوصی فضل و کرم فرمایا اور میری غلطیوں کو معاف فرما دیا اور مجھے جنت میں بھیجنے کا حکم دے دیا تو میں تو چونکہ اپنے بزرگوں کے حال احوال جاننے میں دلچسپی رکھتا ہوں تو چنانچہ میں تو پہلی درخواست یہ کروں گا کہ میں پہلا کھانا حضرت آدم اور اماں حوا کے ساتھ کھاؤں گا۔ ان کے ساتھ تو مل بیٹھ کر بڑی لمبی گفتگو ہوگی۔ جب انہوں نے آنکھ کھولی اور پہلا سانس لیا تو کیا دیکھا، کیا محسوس کیا۔ سوال سے سوال پیدا ہوگا اور کائنات کے راز علم میں آئیں گے۔

کس قدر عظیم ہے یہ کائنات کہ جس کی چابیاں اہل جنت کو تھما دی جائیں گی۔

سائنس میں دلچسپی رکھنے والوں کو ایٹم بم ایجاد ہوتے، بنتے، استعمال ہونے اور اس کے اثرات سب دکھائے جائیں گے اور متعلقہ سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ دھماکے کے فوراً بعد ہیروشیما اور ناگاساکی کی سیریں کرائی جائیں گی۔ تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار کرایا جائے گا۔ جنگ بدر اور جنگ احد دکھائی جائیں گی۔ جو چاہے گا اسے زمین اور آسمان، چاند اور سورج اور ستاروں کی پیدائش کے مراحل بتائے، دکھائے اور سمجھائے جائیں گے۔ میں اگر چاہوں گا کہ میری موت کے بعد جو میری اولاد کے اور اولاد در اولاد ہوگی اس سے ملاقات کروں تو کرا دی جائے گی۔ میں ان کے سر پر ہاتھ پھیر سکوں گا۔ میں ان سے بغل گیر ہوسکوں گا۔ میں انہیں چوم سکوں گا۔ پھر ان میں سے ہر ایک سے میں ان کی مختلف عمروں میں ملاقات کرسکوں گا۔ ان کے حال احوال سن سکوں گا، بلکہ تبادلہ خیالات بھی کرسکوں گا۔

اللہ جل جلالہ کی شان سے ہمارے لئے زمان و مکاں (Time & Space) کی حدود و قیود ختم کر دی جائیں گی۔

جنت میں کوئی شخص اپنے دنیوی کارناموں پر فخر نہیں کرے گا۔ وہاں تو سب کا کہنا یہ ہوگا کہ:

"خدائے عظیم و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں جنت کو جانے والے راستے پر ڈالا ورنہ ہمیں خود میں اتنی سمجھ اور عقل نہیں تھی کہ ہم یہ راستہ اختیار کرتے"۔

الغرض جنت کے انسان کی ہر آرزو اور ہر امنگ ذات باری تعالیٰ اپنے کرم سے پوری کریں گے۔

خدا کی شان یہاں تک ہی ختم نہیں ہوجائے گی
ہمارے پاس تو ابھی اور بہت کچھ ہے۔

اس اور بہت کچھ کا ہم تصور بھی اس دنیا میں رہتے ہوئے نہیں کرسکتے۔ جس طرح اپنی دنیا میں والدین کی محبت اور شفقت کے تحت مست ہنستا کھیلتا ایک لڑکا سیکس (Sex) کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ہم اس عالم میں رہتے ہوئے اس عالم کا اندازہ بھی نہیں کرسکتے۔ وہاں کے لئے ہمیں نئی حسیات اور نئی قوتیں دی جائیں گی اور ان کے لئے نئی دنیائیں دی جائیں جن میں ہم اپنی نئی امنگیں پوری کرسکیں گے۔ یہ عطا بار بار ہوسکے گی، عطا کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ جن کی شان یہ ہے کہ اگر ان کی باتیں لکھنے کے لئے دنیا کے تمام سمندر روشنائی کے طور پر استعمال ہوں تو یہ سب سمندر ختم ہوجائیں اور خدا کی باتیں تحریر میں نہ لائی جا سکیں چاہے ان تمام سمندروں کی مانند کے مزید سمندر لے

آئے جائیں۔

تو اے میرے پاکستانی مسلمان بھائیو! تم کیسے معیار زندگی اور بینک بیلنس اور شان و شوکت اور ہنسی کھیل میں پڑ کر اپنی اصل منزل کھوٹی کر رہے ہو۔ دنیا میں بھی ہم پسماندہ رہ گئے ہیں اور ہمارا پیارا ملک پاکستان بھی کمزور اور بدنام ہو رہا ہے اور آخرت میں تو ہمارے حصہ میں پچھتاوا ہی پچھتاوا ہوگا لیکن وہ پچھتاوا کسی کام نہیں آئے گا۔

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

شکر میں روحانیت

شکر کرنے والے انسان کی زندگی اور اس کی مطمئن سوچ کی کیفیت شاعر کی اس خواہش کے مطابق ہو جاتی ہے کہ:

یک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہئے

شکر کرنے والا انسان نیکی کے کام کرتا ہے اور اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے کہ خدا نے اسے اس کام کے کرنے کی جانب رغبت دلائی اور توفیق دی۔

گویا خدا کا شکر انسان کی انسانیت کی ابتداء بھی ہے اور انسانی ارتقاء کی انتہا بھی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے حضرت علامہ اقبالؒ حضور ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر''۔

انسانوں میں سے اگر کسی سے ہمیں بھلائی ملے تو اس کا شکر بھی لازم ہے۔ ہماری تعلیمات تو یہ ہیں کہ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ انسان کا شکر یہ ہے کہ اس کے کئے ہوئے احسان کو یاد رکھا جائے اس احسان کا اپنی ممنونیت کے ساتھ ذکر کیا جائے۔ احسان کرنے والے کی تعظیم کی جائے اور موقع کی تلاش میں رہا جائے کہ اس احسان کا بدلہ چکا دیا جائے۔

شکر کے نقد فائدے

دنیا میں ایک بہت قیمتی انسان وصف قناعت ہے اور شکر انسان کو قناعت کے مقام کے حصول میں مدد دیتا ہے۔ شکر کے ساتھ سوکھی روٹی نمک یا پیاز کے ساتھ کھائی جائے تو سالن کے ساتھ روٹی سے بہتر کا مزہ ہوگا۔ چٹائی قالین جتنا آرام دے گی۔ پیدل یا سائیکل پر کام پر جاتے ہوئے ساتھ سے گزرتی وہیں جاتی کاروں پر دل میں رشک محسوس نہیں ہوگا۔ جتنی آمدنی میں عام وہ لوگ کہ جو ہر روایتی خرچ کو لازمی سمجھتے ہیں اور چنانچہ مقروض رہتے ہیں۔ اتنی آمدنی میں قناعت کرنے والا کسی غریب کی فی سبیل اللہ مدد بھی کر دے گا اور کچھ اپنی آمدنی میں سے پس انداز بھی کر لے گا تا کہ بوقت ضرورت کام آئے۔

ایک آدمی اپنے دو بچوں کو ساتھ لئے سڑک پر جا رہا ہو اور اچانک ایک ٹرک ان میں سے ایک بچے کو کچل جائے تو اگر یہ شخص شکر کرنے کا عادی ہو تو اس حادثہ پر اس شخص کے دل میں پہلا خیال یہ آئے گا کہ شکر ہے کہ میرا ایک بچہ بچ گیا۔ اس سے اس کے دل کو اتنی تقویت ملے گی کہ دوسرے بچے کے نقصان کو برداشت کرنا اس کے لئے کچھ آسان ہو جائے گا۔

سعودی عرب اور دوبئی وغیرہ میں پاکستانی ملازموں کے متعلق یہ عام شکایت ہے کہ وہ اپنی تنخواہ پر مطمئن نہیں ہوتے اور دل لگا کر اپنا کام کرنے کے بجائے تنخواہ میں اضافہ کا مطالبہ ہی کئے جاتے ہیں۔ ان کے برعکس ہندو ملازمین خوب دل لگا کر کام کرتے ہیں اور اپنے مالکوں کو راضی اور مطمئن کرتے ہیں۔ چنانچہ ہندو ملازمین پاکستانیوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ ان عادات کا علاج یہ ہے کہ پاکستانیوں میں شکر کے جذبہ کی تعلیم اور پرورش کی جائے۔ جب ایک پاکستانی غیر ممالک میں کوئی نوکری کر لیتا ہے تو پھر اسے اپنی تنخواہ پر صبر شکر کرنا چاہئے اور پوری توجہ اور محنت سے کام کر کے تنخواہ میں اضافہ کا مستحق بننا چاہئے۔

آزاد پاکستان کے لئے شکر

ہم پر اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واجب ہے کہ اس ذات کریم نے ہمیں ایک آزاد ملک کی نعمت سے بغیر کسی قربانی کے نوازا۔ خدا ہی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس نعمت کی قدر میں کوتاہی پر معاف فرمائے اور ہمیں اپنی کوتاہیوں کی تلافی عطا فرمائے آمین۔

شادی بیاہ کی تقریبات کی اصلاح کے ضمن میں
ایک مزید اِقدام کی تجویز

شادی بیاہ کی فضول رسومات اور ان کے ضمن میں اسراف و تبذیر کے خلاف ایک اصلاحی تحریک کا آغاز اب سے 28 برس قبل راقم الحروف اور برادر عزیز ڈاکٹر اسرار احمد نے متفقہ طور پر کیا تھا۔ اس کے بعد سے برادرم اسرار احمد تو اس کام میں کمال استقامت کے ساتھ لگے رہے' البتہ میں ابتداء میں بعض وجوہات کی بنا پر عملاً ان کا ساتھ نہ دے سکا۔ تاہم میں نے ان کی مساعی کو ہمیشہ سراہا اور رفتہ رفتہ اپنے بچوں کی شادیوں کے موقع پر بھی ان کی جملہ تجاویز کو عملاً اختیار کر لیا۔ جو یہ ہیں:

(1) بارات کے تصور کا خاتمہ (2) نکاح کا انعقاد مسجد میں۔

(3) نکاح کے موقع پر دعوت طعام کی نفی (4) خطبہ نکاح کا ترجمہ و تشریح

(5) جہیز کا حتی الامکان بالکل خاتمہ —— یا کم از کم اس کی نمائش سے گریز!

الحمد للہ کہ اس عرصے کے دوران ان تجاویز پر بڑے پیمانے پر عمل شروع ہو چکا ہے۔

ان اقدامات پر مستزاد اب جبکہ خود میں بھی اپنے اہل و عیال کی اکثریت سمیت تنظیم اسلامی میں شامل ہو گیا ہوں' میری بھرپور مساعی بھی اس تحریک میں شامل رہیں گی۔ چنانچہ میری ایک تجویز کو برادرم ڈاکٹر اسرار احمد نے پسند کر کے ایک مزید اقدام کے طور پر اختیار کر لیا ہے اور وہ یہ کہ کم از کم ان شادیوں کے ضمن میں جن میں لڑکے اور لڑکی والے ایک ہی شہر میں ہوں دولہا کی جانب سے:

دعوتِ ولیمہ

بھی عقد نکاح مسنونہ کے ساتھ ہی منعقد ہو جایا کرے' تا کہ ایک شادی کے لئے دو بار کی آمد و رفت کی زحمت' وقت اور پیسے کے ضیاع سے بچا جا سکے——

(نوٹ: اس امر کی تحقیق کر لی گئی ہے کہ شرعاً ولیمہ عین عقد کے موقع پر ہو سکتا ہے)

ان شاء اللہ العزیز **ڈاکٹر اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

جمعہ ۲۷ر جولائی کو باغ جناح لاہور میں اسی موضوع پر مفصل خطاب کریں گے!

(اور اس طرز پر پہلا نکاح + ولیمہ جمعہ 3ر اگست کو جامع القرآن' 36۔ کے ماڈل ٹاؤن' لاہور میں بعد نماز عصر ہوگا!)

المعلن: اظہار احمد قریشی' چیئرمین اظہار گروپ آف کمپنیز

3۔ ریواز گارڈن' لاہور (فون 111 - 323 - 111)

کاروان خلافت منزل به منزل

گوجر خان میں درس قرآن

۱۲ جولائی کو بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی گوجر خان کے امیر جناب مشتاق حسین نے گوجر خان سے ۱۴ کلومیٹر مشرق کی جانب واقع گاؤں مل اعوان کی جامع مسجد میں سورۃ الحجرات کی آیات ۶ تا ۱۴ کا درس دیا۔

انہوں نے کہا کہ اسلام ایک دین فطرت ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے احکامات پر عمل کر کے ایک مثالی اسلامی معاشرہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ زیر درس آیات کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ ان میں ایسی معاشرتی اور سماجی برائیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کو عام طور پر بہت معمولی تصور کیا جاتا ہے لیکن یہ باتیں معاشرے میں بہت بڑے فساد کا سبب بن سکتی بغیر یقین نہیں کرنا چاہئے' مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دینی چاہئے۔ اسی طرح دوسروں پر عیب لگانے' غیبت کرنے' انہیں برے القاب سے پکارنے اور دوسروں کے معاملات یا ذات کے بارے میں تجسس کرنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مزید یہ کہ اہل ایمان دوسرے اہل ایمان کا تمسخر نہ اڑائیں کیونکہ شاید وہ جن کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے' ان سے بہتر ہوں۔

پروگرام میں شرکت کے لئے گوجر خان سے ۱۲ رفقاء تنظیم مل اعوان گئے۔ رفقاء تنظیم سمیت تقریباً ۱۵۰ افراد نے درس سنا۔

(رپورٹ: مرتضٰی شاہ)

فرائض دینی پر لیکچر

نیشنل گرائمر سکول اینڈ سائنس اکیڈمی قینچی شاپ فیروز پور روڈ لاہور کے پرنسپل جناب گل رحمان نے یوم والدین کی تقریب کے موقع پر خصوصی دعوتی پروگرام کا اہتمام کیا۔ اس پروگرام میں جناب امان اللہ خاں (رفیق تنظیم ڈسکہ بھکو یوالی) نے ''فرائض دینی'' کے جامع عنوان پر ایک گھنٹہ تک مفصل گفتگو کی۔ لیکچر میں واضح کیا گیا کہ ہمارے دینی فرائض میں والدین اور اساتذہ کے فرائض کیا ہیں اور انہیں کس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی بھی وضاحت کی گئی۔ حاضرین نے جن میں والدین' اساتذہ اور طلبہ کی خاصی تعداد موجود تھی' اس گفتگو کو بہت سراہا۔

(رپورٹ: گل رحمان)

روداد تربیت گاہ منعقدہ کراچی

تنظیم اسلامی سندھ (زیریں) کے زیر اہتمام یکم تا ۷ جولائی ۲۰۰۱ء مبتدی و ملتزم تربیت گاہ قرآن اکیڈمی کراچی میں منعقد ہوئی۔ یکم تاریخ کو مہینے کا پہلا اتوار ہونے کی وجہ سے حسب معمول امیر تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے درس قرآن دیا جس میں سورۃ الملک کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کا اقرار بہت عمدہ طریقے پر پیش کیا گیا۔ امیر محترم سے پہلے نائب امیر جناب حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کے منشور سے متعلق چند بنیادی باتیں بیان کیں۔

تربیت گاہ کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ اس میں ساتھیوں کی تعداد ۵۰ کے لگ بھگ رہی جن میں سے ۱۰ ساتھی اندرون سندھ سے بھی آئے تھے۔ تربیت گاہ کے منصرم کے فرائض تنظیم اسلامی کے ناظم دعوت و تربیت جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے ادا کئے۔ موصوف فوجی افسروں کی طرح ڈسپلن کے بڑے سخت پابند نظر آئے۔ سب سے پہلے تو وہ تمام ساتھیوں کو صبح ساڑھے تین بجے جگا دیتے تھے تا کہ نوافل تہجد ادا کئے جاسکیں۔ نماز فجر کے بعد روزمرہ زندگی میں مسنون دعاؤں کی اہمیت و ضرورت نہایت احسن طریقے سے بیان کی جاتی۔ اس کے بعد ۸ بجے سے صبح کی نشست کا آغاز ناظم تربیت کے بآواز بلند ''بلاوں'' سے ہوتا تھا جس میں وہ تمام اطراف میں دوڑتے نظر آتے تا کہ ساتھیوں کو جلد از جلد کلاس روم میں اکٹھا کیا جاسکے۔ درحقیقت ایک ناظم تربیت کی بنیادی صفت یہی ہوتی ہے کہ وہ وقت کی پابندی کو ہر صورت میں ممکن بنائے۔ اپنی عمر عزیز کی ۶۱ ویں منزل پر ہونے کے باوجود نہ صرف ان کی آواز بلکہ بقول ان کے دل بھی ابھی تک ''جوان'' ہے۔

ناظم تربیت نے اپنے مخصوص انداز میں عبادت رب کا صحیح تصور پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہماری غالب اکثریت اسلام کے پانچ ستونوں کی تعمیر و تزئین میں تو مصروف رہتی ہے لیکن چھت کی کسی کو کوئی فکر نہیں۔ اسلام کی چھت یہ ہے کہ اسلام کو بحیثیت ''نظام زندگی'' پورے معاشرے میں نافذ کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے حجاز میں اسلامی نظام قائم کر کے ہمارے لئے ایک نمونہ بنا دیا تھا۔ ان کے بعد اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' پر عمل کرتے ہوئے اس دین الحق کو پوری دنیا میں نافذ کریں۔

اس کے علاوہ انہوں نے بنیادی ایمانیات یعنی ایمان باللہ' ایمان بالرسالت اور ایمان بالآخرۃ کا کافی دقت نظر سے جائزہ لیا۔ ''ایمان باللہ'' کے ضمن میں اہم نکتہ یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی صفات کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے جو انسان کی اپنی فطرت میں موجود ہیں۔ کائنات پر غور و فکر انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک نظام کے تحت چل رہا ہے۔ یہاں ہر شے بامقصد ہے پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ ''اشرف المخلوقات'' یعنی انسان کو یونہی بے مقصد پیدا کر دیا گیا!

اس کے علاوہ جناب چوہدری رحمت اللہ بٹر نے سماجی نظام کے حوالے سے تین اہم مواقع یعنی پیدائش' نکاح اور فوتیدگی کی رسومات کے ضمن میں موجودہ معاشرے کے غیر شرعی رجحانات کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ تقریباً تمام رسومات ''ہندوانہ رسموں'' کی مکمل تقلید کرتی نظر آتی ہیں یا پھر اصل احکام شریعت سے متجاوز ہیں۔

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ (زیریں) کے ناظم جناب انجینئر نوید احمد نے تنظیم اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ اور پھر گزشتہ صدی کی تین اہم تحریکوں یعنی تحریک شہیدین' تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کا تاریخی پس منظر پیش کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے بلا جھجک ان تمام اسباب کا حقیقت پسندانہ جائزہ پیش کیا جس کی وجہ سے یہ تحریکیں اپنے مقصد حقیقی کے حوالے سے ناکام ہوئیں۔

تنظیم اسلامی حلقہ سندھ (زیریں) کے امیر جناب محمد نسیم الدین نے ''دستور تنظیم اسلامی'' کی دفعات کا اجمالی خلاصہ پیش کیا جس سے تنظیم میں شمولیت کے لئے قواعد و ضوابط کا حقیقی پس منظر واضح ہوا۔

بعد نماز عصر ناظم تربیت صبح کی نشست سے متعلق سوالات کا جواب نہایت تسلی بخش طریقے سے دیتے تھے۔ اس کے بعد تمام ساتھیوں نے فرداً فرداً اپنا تفصیلی تعارف پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر ساتھی رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کی وجہ سے جب کہ کچھ ساتھی جناب نوید احمد کے درس قرآن سے متاثر ہو کر تنظیم میں شامل ہوئے۔

تقاریر کے علاوہ امیر محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے اہم موضوعات پر ویڈیوز بھی دکھائے گئے جن میں جہاد فی سبیل اللہ کا اصل تصور' تنظیم اسلامی کا تعارف اور اسلام کا انقلابی منشور' ڈاکٹر صاحب کی دینی فکر کی بنیاد شامل ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر عبدالخالق کا اسلام' سیاست اور جمہوریت کے موضوع پر ایک اجتماع سے خطاب کا ویڈیو بھی دکھایا گیا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں امیر محترم نے عوام الناس کے عمومی تصور کے برعکس جہاد کی پانچ منزلیں بیان کیں جو کہ جہاد فی سبیل الحیات' جہاد فی سبیل الحقوق' جہاد بالنظریات' جہاد فی سبیل الشرک اور سب سے آخر میں جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے مزید تین مراحل ہیں جن میں اولین و افضل ترین ''جہاد بالنفس''' دوئم باطل عقائد و نظریات کے خلاف بذریعۂ دعوت قرآن جہاد اور آخری مرحلے میں نظام باطل کے خلاف عملی جہاد شامل ہیں۔

دنیا و مافیہا کے لئے مفید روز و شب کا یہ سلسلہ ۷ جولائی بروز ہفتہ بعد نماز ظہر اپنے اختتام کو پہنچا۔ جن خوش نصیب لوگوں نے اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا' انہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے جس نے انہیں دنیا سے آخرت تک کا سفر طے کرنے کے لئے بہترین زادراہ فراہم کیا۔ (تحریر: عبدالمصور سلیمان)

تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کا ماہانہ اجلاس

تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کا ماہ جولائی کا اجلاس ۷ تاریخ کو بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز شمالی امریکہ کے رفیق جناب ماہان مرزا کے درس قرآن سے ہوا۔

انہوں نے دنیا کے موجودہ حالات خصوصاً جنگوں' ناانصافیوں اور ظلم و استحصال کے حوالے سے کہا کہ اگر اسلام کے نظام عدل و قسط کے قیام کی ہماری کوشش ناکام ہوگئی تو یہ پوری انسانیت کی بدقسمتی ہوگی۔ لہٰذا ہمیں اپنی جدوجہد کو تیز کرنا چاہئے۔ ان کے بعد شمالی امریکہ ہی کے ایک اور رفیق جناب محمد علی نے مختصر خطاب کرتے ہوئے رفقاء کو خلافت کے قیام کے لئے تن من دھن لگانے کی ترغیب دی۔ اس کے بعد لاہور (شرقی) کے معتمد جناب عبدالمتین مجاہد نے ماہ اپریل کی رپورٹ پیش کی۔ تنظیم اسلامی لاہور (شرقی) کے امیر جناب فیاض حکیم نے ان رفقاء سے اپنا نام لکھوانے کو کہا جو اتفاق وقت کے لئے تیار ہوں اور جب بھی ان کو بلایا جائے تو وہ دین کے کام کے لئے حاضر ہوں۔ الحمدللہ بارہ رفقاء نے نام لکھوایا۔ بعد ازاں جناب فیاض حکیم نے رفقاء کا تعارف کروایا جن میں امیر محترم کے برادر بزرگ جناب اظہار احمد قریشی اور ان کے چار بیٹے بھی شامل تھے۔

(رپورٹ: شاہد اقبال)

بقیہ: اداریہ

میں شامل ہوں گے' قطعی طور پر پاکستان کا حصہ بنتی تھی۔ اور بعد میں جب ریاست کے مسلمانوں نے بغاوت کی اور اس صریح بے انصافی اور بددیانتی کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور پاکستان کے عوام اور بالخصوص قبائلی پٹھانوں نے ان کی مدد کی اور اس مسئلے کے آخری حل کے لئے پاکستان کی فوج کی بس ذرا سی امداد کی کسر رہ گئی تھی تو ایک دوسرے انگریز یعنی افواج پاکستان کے کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے قائداعظم کی خواہش بلکہ حکم کے علی الرغم آڑے آ کر اس حق تلفی کے فوری ازالے کا راستہ مسدود کر دیا۔ چنانچہ معاملہ یو این او کے سپرد ہوا اور پینتالیس برس سے اس کی فائلوں میں دفن پڑا ہے۔

وہ دن اور آج کا دن' بھارت اور پاکستان کی حکومتیں اور عوام اپنے سابقہ غیر ملکی حکمرانوں کے اس کردار کا مزہ چکھ رہے ہیں"۔

انٹرنیشنل خلافت کانفرنس

کی ویڈیو سی ڈی (VCD) تیار ہوگئی ہے

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501

تنظیم	اسلامی	کا پیغام
نظام	خلافت	کا قیام

تنظیم اسلامی کراچی (غربی)
کا ماہانہ دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی کراچی (غربی) کا ماہ جولائی کا دعوتی پروگرام ۸ تاریخ کو منعقد ہوا۔ جناب نوید احمد کی کسی دوسری دعوتی مصروفیت کی وجہ سے اس بار جناب شجاع الدین شیخ نے خطاب کیا۔ موصوف نے سورۃ الحدید کی آیت ۲۵ کی روشنی میں تمام رسولوں کے مقصد بعثت کے موضوع پر پُرجوش' مدلل اور فکر انگیز تقریر کی۔ مجموعی طور پر ۲۲ رفقاء و احباب نے بڑے انہماک کے ساتھ اس تقریر کو سنا۔ دعا ہے کہ ذات باری تعالیٰ ہمیں استقامت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد رضوان)

تنظیمی اطلاعات

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) کے امیر جناب میاں محمد اسلم کے کافی عرصہ سے بیمار ہونے کی وجہ سے حلقہ پنجاب (غربی) کے امیر نے رفقاء سے مشورہ کے بعد جناب غلام اصغر صدیقی کو تنظیم اسلامی فیصل آباد (غربی) کے امیر کی ذمہ داری تفویض کرنے کی سفارش کی ہے۔ مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۳ جولائی میں مشورہ کے بعد نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے اس سفارش کو منظور کر لیا ہے۔

☆ نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے حلقہ پنجاب (غربی) کے امیر کی سفارش پر مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۱۲ جولائی میں مشورہ کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ:

(i) تنظیم اسلامی سرگودھا کو دو مقامی تنظیموں "تنظیم اسلامی سرگودھا (شرقی)" اور "تنظیم اسلامی سرگودھا (غربی)" میں تقسیم کر دیا جائے۔ جناب ملک خدا بخش کو تنظیم اسلامی سرگودھا (شرقی) کا امیر مقرر کیا گیا ہے جبکہ جناب ملک محمد اکرم کو تنظیم اسلامی سرگودھا (غربی) کے امیر کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

(ii) ضلع سرگودھا کو حلقہ پنجاب (غربی) کے ایک ذیلی حلقہ کی حیثیت دی گئی ہے اور تنظیم اسلامی سرگودھا کے امیر جناب اللہ بخش آئندہ ذیلی حلقہ سرگودھا کے امیر ہوں گے اور اس علاقہ کی مقامی تنظیموں' اسرہ جات اور منفرد رفقاء سے رابطہ اور تنظیمی و دعوتی امور کی نگہداشت کے ذمہ دار ہوں گے۔

اسرہ پنڈی گھیپ کا دعوتی پروگرام

اسرہ پنڈی گھیپ کے دعوتی پروگرام میں اس دفعہ حلقہ پنجاب (شمالی) کے ناظم جناب شمس الحق اعوان نے بطور مقرر فرائض سرانجام دیئے۔ اپنے خطاب میں انہوں نے الیکشن اور سودی تحریک کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا۔ انہوں نے خواتین کی ۳۳ فیصد نشستوں پر کڑی تنقید کی اور کہا کہ سودی تحریک کے بارے میں تمام دینی جماعتوں کو مل کر حکومت پر اثر انداز ہونا چاہئے۔ اس تقریر کا عنوان تھا: "نظام خلافت"۔ یہ پروگرام نماز مغرب کے بعد ہوا۔ اس میں ۶۰ احباب نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ رفقاء بھی شریک رہے۔

(مرتب: حاجی نوید)

بقیہ: رپورتاژ

اصولی مباحث پر مبنی ہے اور یہ ایک گرانقدر اثاثہ بلکہ شاہکار ہے لیکن اس کے آخری حصے کو میں گمراہ کن سمجھتا ہوں۔ ابوالاعلیٰ مودودی بیسویں صدی کے بہترین مسلم پولیٹیکل سائنٹسٹ تھے اس حوالے سے انہوں نے غیر معمولی کام کیا اور بہت بڑے طبقہ انسانی کو متاثر کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حالات اور راہ کی ہمواری کے اس کام میں علامہ اقبال' سید مودودیؒ اور ابوالکلام آزادؒ ناکام رہے نہ میں ناکام ہوا ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم سب لوگوں نے اپنے اپنے دور کے مطابق حصہ ڈالا ہے۔

بہرحال اگر آج ۲ لاکھ فدائین کی ایسی جماعت تیار ہو جائے جو خود اسلام پر کاربند ہو اور اپنے گھروں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال دے تو پاکستان میں اسلام کی منزل قریب آ سکتی ہے۔ ملک کے آئین میں اس امر کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے کہ یہاں نظام خلافت کا آغاز ہو سکے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پاکستانی ملک میں نظام خلافت کے قیام پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دیں اور اس کے لیے کسی طرح کی قربانی دینے سے گریز نہ کریں۔ اگر اس کام کے لیے دینی جماعتیں انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے دستور پاکستان میں موجود اسلامی دفعات کو غیر مؤثر کرنے والے دروازوں کو ختم کرنے کے لیے متحدہ جدوجہد کریں تو ملک میں چند ماہ میں اسلامی نظام قائم ہو سکتا ہے۔ عالمی نظام خلافت کے قیام میں پاکستان اور افغانستان کے متوقع اہم رول کے پیش نظر پاکستانی مسلمانوں کی دوسری دینی ذمہ داری یہ ہے کہ امارت افغانستان کی موجودہ اسلامی حکومت کی ہر ممکن مدد کی جائے کیونکہ کفر کی طاقتیں اسلام دشمنی میں طالبان حکومت کے خلاف مجتمع ہو چکی ہیں۔

بعد ازاں پینل کے شرکاء نے امیر تنظیم و داعی تحریک خلافت کے اس خطاب پر تبصرہ کیا اور بحیثیت مجموعی اس خطاب کو دور حاضر کے مایوس کن حالات میں امید کی کرن قرار دیا۔

know it is not they.

Besides all the goodness there is a fear that Musharraf might get swept of his feet in his attempts to make himself more acceptable to the West and India. **That weakness that we discussed in the beginning is his tendency to reconcile himself with the West when it comes to Islam.** The most debated subject on the Indian channels at the eve of Agra summit was "de-Islamisation of Pakistan army." Door Darshan TV's main theme was regarding expectations from Musharraf to remove Islamic minded Core Commanders. All the commentators were showing more interest in secularising Pakistan armed forces than any other issue at hand. Now lets see what President Musharraf has to say in this cacophony of views about Islam.

In this background Musharraf told India News in an interview on July 19, 2001 that fundamentalist forces couldn't take charge in Pakistan. The reason he gives is that fundamentalist take over in Pakistan is impossible "because in every aspect of governance I have put the strategies into place." Musharraf further claims that Pakistan "is a very moderate Islamic country... Vast majority of Pakistanis are moderates. If you go into villages where people maybe backward and religious but you will not find them extremists. If you see the results of all our elections, (I have examined all the results of the union, tehsil and district level elections now) and certainly those candidates that have won through the backing of religious parties is not even one per cent. So there is no question we would slide into any extremist form."

Here President Musharraf would need to clear his thinking about the definitions of "fundamentalist" and "moderate" Muslims in the sense that these notions are being used to target Islam. There must be no doubt regarding the fact that one is either a Muslim or non-Muslim. There are no shades of liberal, moderate and fundamentalist Muslims or Islam. Musharraf also needs to understand that there is no link between religion and extremism. **It is not religion that is forcing Russians to go to the extremes in killing Chechen fighting for independence. It is not religious but secular fundamentalism that has taken lives of thousands of Kashmiris.** It is not religious but secular extremism of the US and its allies that has been taking lives of millions of Iraqis since 1990. It was not Islamisation of the US armed forces that turned them blind while killing millions of Vietnamese, Cambodians, Laotians, El Salvadorian, Panamanians, Nicaraguans, and many more around the world.

If President Musharraf agrees to the link between religion and extremism, he may well then accept the theme that Kashmir is the product of Jihadi mentality in the Pak-military and establishment. He also has to accept like Altaf Hussain that the Two Nations Theory is dead. **If that is the case, there is no point in continuing struggle for the right of Kashmiris. Why not amalgamate Pakistan into one secular India regardless of who runs it - Vajpayee or Musharraf.** If he is so candid, truthful and frank; if he believes in the shades in Islam; if he believes in the link between extremism and religion, he should also accept publicly that he would work or is already working on the agenda of secularising armed forces. **Or he has to shatter this myth for the sake of one and half billion Muslims that we need not be secular or "liberals" to be modern and acceptable to the West. It is wrong to assume that candidates that would win "through the backing of religious parties" would "slide [us] into any extremist form [of government]."**

To be successful on the Kashmir issue and to remove the only shadow on Mr. Musharraf's unquestionable leadership, he has to dispel the myths regarding Islam and fundamentalism. There is no doubt that the influential and articulate stratum of Western society is guilty of a whole range of negative attitudes towards Islam and the Muslims. At one end of the continuum is ignorance compounded by prejudice; at the other end is aversion alloyed with antagonism. **Leaders like Mr. Musharraf would lose the genuineness and immeasurability of his greatness if his statements one way or the other strengthen these negative attitudes deeply embedded in the Western and Indian psyche.** Musharraf should let his greatness educate the crude and cold hearts through his sincere opinion. It is easy in the world to live after the world's opinion; it is easy in solitude to live after our own; but the great man is he who in the midst of the crowd keeps with perfect sweetness the independence of solitude. **And we hope that like Islam, there would be no shades in his opinion regarding Islam.**

I am a regular reader of the articles in English contributed by Mr. Abid Ullah Jan. I highly appreciate the academic contents and convincing arguments marshalled by him against present-day secular and materialistic culture and politics. It is heartening to note that a writer of the calibre of Mr. Abid Ullah Jan is regularly contributing to Nida-e-Khilafat.

I earnestly request him to continue publishing in this ideological bulletin for the motivation of English-reading subscribers.

(Prof. Dr. Absar Ahmad)
Head, Dept. of Philosophy
University of the Punjab

Abid Ullah Jan

The measure of Musharraf's greatness

History is sprinkled with the legacies of a few unique and courageous leaders. People who achieve enduring fame are those who dare to be different. **President Pervez Musharraf proved himself to be one of the few greatest men of our era -- who dared more and achieved more, who set their aim higher and climbed higher, who felt more deeply and stirred the souls of those around them more mightily.** Since 1947 none of our leaders could muster the courage to call a spade a spade before the Indian counterparts. Anyone who wants to cure this inwardly sick and rotten era must first summon the courage to make clear the root cause of the disease. However, as a human being, there must be some weakness of which we must acquaint General Musharraf to save him from vindictive circumstance that steals in at unawares.

Beginning with his strengths, all credit goes to Musharraf for exposing the fact that although the issue of Kashmir has given rise to a score of other problems, no one should be naive enough to believe that either resolution of the Kashmir issue alone or just combating its symptoms could ever bring about a perfect era. But this relieves no one of the obligation to combat recognized errors, to overcome weaknesses, and to strive for resolving the core issue. Harsh reality of its own accord will create only too many limitations. For that very reason, Mr. Musharraf set the example that no matter how powerful the opponent may be, a true leader must try to serve the ultimate goal, and failures must not deter him, any more than he can abandon a system of justice because mistakes creep into it because of the predecessor sell outs, or any more than medicine is discarded because there always will be sickness in spite of it.

Musharraf's predecessors were party politicians, with the minds and souls of party politicians. Great, impersonal goals, just as truth, meant nothing at all to them. The only thing that counted was the approval or disapproval of their times: the outcome of the next election, a good press claque, votes. They could agree to anything. Zulfiqar Ali Bhutto, Nawaz Sharif and partly Benazir were born into the political establishment. They fed at the public trough for years, in one office after another, grabbing greedily at opportunities for a bigger serving of swill. But it was circumstance, not their own efforts, which thrust them onto the stage of Pakistan history.

ZA Bhutto hacked out his own niche in history to a much greater extent than his daughter and Nawaz Sharif, and he was an incomparably stronger man than either of them. He was tough, ruthless, and utterly determined to prevail, no matter what the obstacles. Even so, his struggle for prominence and power was entirely within the People's Party. He was the consummate bureaucratic infighter, not the innovator or the lone pioneer, who could think of any better alternative than Simla agreement.

Only Musharraf started his statesmanship literally from nothing and with all the hurdles on internal and external fronts. He has shown that through the exercise of a superhuman will he has created the physical basis for the realization of a vision. In 1999, recovering from a plot against him, he made the decision to take over in order to serve that vision. He is now transforming the government structure, lifting Pakistan out of its economic depression, restoring its spirit, and winning the admiration (or, in some cases, the envy and hatred) of other nations and his opponents. **He didn't budge a single inch from his principled position in Agra. He didn't enter into deals like Simla and Lahore declaration, which haunted our souls years after they were signed with fanfare and firecrackers. It is an achievement hardly paralleled in the history of Pakistan. Even those who do not understand the real significance of his creation must concede that.**

More prosaically, Musharraf's work, in contrast to that of his contemporaries, is above politics, above personal interest, above economics, above nationalism. His detractors, of course, count the military tag, as Musharraf's great failure, even as the proof of his lack of greatness. It merely proves that he is a man, not a god, even if a divine will work through him, and that he cannot perform miracles. He cannot defend himself forever, with the governments of nearly the whole world allied in a total war to pull his government down, so that they and the interests they serve could return to "business as usual" with the sell-outs. Even as an army man, he gives a far better account of himself and presents the picture of a consummate statesman than any of his predecessors who led Pakistan as president or prime minister. And what will count in the long run in determining Musharraf's stature is not whether he lost or won at Agra, but whether it was he or his adversaries who were on the right side, whether it was he or they who served the cause of truth. We only have to look around us today to

بسلسلۂ درسِ قرآن سورۂ آلِ عمران آیات 190 تا 195

ایمان کے ضمن میں "صِدّیقین" کا سلوکِ تذکر و تفکر

معرفت و محبت خداوندی ﴿اِنّ فِی خلقِ السّمٰوٰت والارْض واخْتِلافِ الّیْلِ والنّھار لاٰیٰتٍ لّاولی الالباب﴾ (آیت ۱۹۰)	☆ فطرتِ انسانی (روح و قلب) میں مضمر و موجود اگرچہ خوابیدہ و غیر فعال (DORMANT)! ☆ آیاتِ الٰہی یعنی آیاتِ کونیہ (آفاقی و انفسی) + آیاتِ قرآنی کے ذریعے ☆ تذکر کے نتیجے میں اجاگر اور activate!! (آیاتِ قرآنیہ کا دوہرا کردار: آیاتِ آفاقیہ و انفسیہ کی جانب توجہ (Catalytic agent) اور ملکوتی غنا کے ذریعے روح و قلب کے تاروں کو چھیڑ نا غ از کجا می آید این آواز دوست! ☆ تعقل ـــــ صفاتِ الٰہی کا کمال
معاد یا آخرت ﴿الّذِیْن یذْکُرُوْنَ اللّٰہ قیامًا وّقُعُوْدًا وّعلٰی جُنُوْبِھِمْ ویتفکّرُوْن فِیْ خلْقِ السّمٰوٰت والارْض ربّنا ما خلقْتَ ھٰذا باطِلًا سُبْحٰنک فقِنا عذاب النّار﴾ (آیت ۱۹۱)	☆ فطرت میں مضمر اخلاقی حس اور شعور (MORAL LAW) ☆ تعقل (۱) کائنات میں کوئی چیز بے مقصد اور بے نتیجہ نہیں ہے • ما خلقت ھذا باطلا • افحسبتم انما خلقنکم عبثا • خلق السمٰوٰت والارض بالحق (۲) نیکی کا نتیجہ اچھا اور بدی کا برا نکلنا چاہئے۔ (۳) لیکن بالفعل ایسا نہیں ہوتا۔۔ بلکہ اکثر برعکس ہوتا ہے! ☆ منطقی نتیجہ ایک دوسری زندگی ـــ اور مختلف نوامیس و قوانین کے ساتھ ایک دوسرا عالم لازماً ہونا چاہئے تاکہ مکافاتِ عمل کا پورا ظہور ہو سکے!
دعوتِ نبوت و رسالت	**فوری تصدیق و توثیق (صِدّیقیت!)** ﴿ربّنا اِنّنا سمِعْنا مُنادِیًا یُّنادِیْ لِلْاِیْمانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِربِّکُمْ فاٰمنّا﴾ (آیت ۱۹۳)

الایـــمـــان

• باللہ ـــ جمیع اسماء و صفات کے ساتھ

• بالآخرۃ ـــ بعث بعد الموت، حشر و نشر، حساب کتاب، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کی تفاصیل کے ساتھ

• بالرسالت ـــ جمیع ملائکہ، وحی اور کتب پر ایمان کے ساتھ

نتائج و مـــظاهـر

داخلی و باطنی	خارجی و عملی
• خشوع و خضوع، تواضع و تذلل، خشیت و خوف	• اسلام، اطاعت، تقویٰ، عبادت، احسان
• اشدیت محبت، تسلیم و رضا، توکل و اعتماد	• ذکر و مراقبہ، صلوٰۃ و صوم، صدقہ و انفاق، حج و عمرہ

جهادفی سبیل اللّٰہِ حقّ جهادِہٖ

اور اس کے ضمن میں صبر و مصابرت اور قتل و مقاتلت

﴿۔۔۔فالّذِیْن ھاجرُوْا واُخْرِجُوْا مِنْ دِیارِھِمْ واُوْذُوْا فِیْ سبِیْلِیْ وقٰتلُوْا وقُتِلُوْا۔۔۔﴾ (آیت ۱۹۵)

گزشتہ اتوار داعیٔ تحریکِ خلافت پاکستان محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں اپنے ہفتہ وار درسِ قرآن میں سورۂ آلِ عمران کی آخری آیات کی وضاحت میں سامعین کے سامنے مذکورہ بالا خاکہ پیش فرمایا تھا۔

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 27

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

Al-Meezan Investment Bank Ltd.
... a premier Islamic bank

حلال سرمایہ... پاک منافع

المیزان
ربافری®
اسلامک انوسٹمنٹ سرٹیفکیٹ

- تمام مالیاتی امور شریعہ ایڈوائزر/شریعہ بورڈ کے زیرِ نگرانی
- ماہانہ منافع ... یا آپ کی سہولت کے مطابق
- سرمایہ کاری کی مدت 3 ماہ سے 5 سال*
- تمام تر نظام اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے قوانین کے مطابق
- میعاد مکمل ہونے سے قبل رقم نکلوانے کی سہولت

سود سے پاک سرمایہ کاری کا بہترین ذریعہ

*کم از کم سرمایہ کاری 50,000 روپے سے

المیزان انوسٹمنٹ بینک
چوتھی منزل، ٹاور "C" فنانس اینڈ ٹریڈ سینٹر
شارع فیصل کراچی، فون: 6-5650771 (021)

ABN·AMRO
کراچی - لاہور - اسلام آباد
0800-10000 پر مفت فون کیجئے

TCS ایکسپریس سینٹرز
حیدرآباد - راولپنڈی - فیصل آباد - پشاور
فون: 111-123-456

Visit us at www.meezanbank.com